

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے:

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اسلام (کا قصر پانچ ستونوں) پر بنایا گیا ہے، اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا"۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 7)

لیکن ایک لمحہ فکریہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت ان عبادات سے روگردانی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک گروہ تو وہ ہے جو عملی طور پر نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج ادا کرنا ہی نہیں چاہتا۔ دوسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو ان عبادات کو ادا کرنے میں تو سنجیدہ ہیں لیکن کوئی علمی اور عملی دشواری کی بنا پر کوتاہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ دستاویز ان چاروں عبادات پر اسی پہلو سے روشنی ڈالتی ہے تاکہ مسلمان اپنی ماضی کی خامی پر توبہ کر لیں اور ان عبادات کو بہتر طریقے سے ادا کر کے اللہ کی بندگی سے قریب تر ہو جائیں۔

پہلا مضمون۔ نماز کی عملی مشکلات اور علاج

ازپر و فیسر محمد عقیل

توحید پر ایمان کے بعد نماز ہی دین اسلام کا اگلا اور اہم ترین رکن ہے۔ بندہ جو نبی اپنی زبان سے اللہ کے معبود ہونے کا اقرار کرتا ہے تو اگلے ہی لمحے اس اقرار بندگی کی عملی تعبیر نماز کی صورت میں پیش کرنی فرض ہو جاتی ہے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے نماز کا انکار کرنے والے شخص کو فقہاء دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ نماز کا بنیادی مقصد خدا کی یاد، اسکی حمد و ثنا اور اس سے اپنی بندگی کا اظہار ہے۔ نماز کی اس غیر معمولی اہمیت کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت اس ضمن میں غفلت کا شکار ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں مستقل نمازیوں کی تعداد محض پندرہ سے بیس فیصد ہے جبکہ اکثریت یا تو جمعہ کو نماز پڑھتی ہے یا سرے سے پڑھتی ہی نہیں۔

آرٹیکل کا بنیادی مقصد:

اگر نماز سے متعلق دستیاب اردو لٹریچر کا جائزہ لیا جائے تو ا فقہی اور علمی پہلو پر تو بہت ضخیم مواد موجود ہے لیکن عملی اور نفسیاتی امور پر خاص توجہ نہیں دی گئی۔ اس مضمون کا بنیادی مقصد نماز کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہے جو عملی اور نفسیاتی ہیں مثلاً نماز سے متعلق لوگوں کا رویہ، نماز نہ پڑھنے کے اسباب اور انکے تدارک، نماز میں آنے والے وسوسوں اور دیگر آفات کا بیان وغیرہ۔ مزید یہ کہ ایک ایسا عملی پروگرام مرتب کرنا کہ ہر قسم کے اشخاص استفادہ حاصل کر کے پانچ وقت کی نماز خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنے کے عادی ہو جائیں۔

نماز سے متعلق لوگوں کی اقسام:

نماز کے حوالے سے چار مختلف اقسام کے افراد پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو پانچ وقت کے نمازی ہیں انہیں مستقل نمازی کہا جاسکتا ہے، دوسرے وہ جو جمعہ کے علاوہ بھی کچھ نمازیں پڑھ لیتے ہیں یہ غیر مستقل مزاج نمازی ہیں، تیسرے وہ جو فجر کی نماز کے علاوہ باقی تمام نمازیں وقت پر پڑھ لیتے ہیں انہیں فجر ترک کرنے والے نمازی کہہ سکتے ہیں اور چوتھے وہ جو صرف جمعہ کی نمازیں پڑھتے ہیں یا جمعہ کی نماز سے بھی روگردانی کرتے ہیں انہیں تفہیم کے لئے بے نمازی کہا جاسکتا ہے۔ آپ کا ابتدائی کام یہ ہے کہ آپ متعین کریں آپ کا تعلق کس گروہ سے ہے پھر آپ اس گروہ سے متعلق تجزیہ اور ہدایات پر غور کر کے عمل کریں۔

الف۔ بے نمازی یا صرف جمعہ کے نمازی:۔ اس گروہ میں شامل افراد صرف جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں یا وہ بھی نہیں پڑھتے۔ اگر آپ کا تعلق اس گروہ سے ہے تو آپ کی نماز نہ پڑھنے کے یہ اسباب ہو سکتے ہیں:

۱۔ اللہ پر ایمان اور یقین کی کمزوری

ایک بے نمازی کے نماز نہ پڑھنے کی ان میں سے کوئی ایک یا متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ان تمام اسباب کا بنیادی سبب اللہ پر یقین کی کمی یا آخرت کے بارے میں غلط فہمی ہے۔ اس ضمن میں آپ سے گزارش ہے کہ آپ یہ جان لیں کہ آپ نے اقرار کیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس قولی اقرار کے بعد آپ نے اپنے وجود، عمل اور طرز

زندگی سے اس قول کو ثابت کرنا اور اس پر ثابت قدم رہنا ہے اور اس ثبوت کی فراہمی میں ناکامی کے نتائج خوشگوار نہیں۔

۲۔ آخرت کی جوابدہی سے لا پرواہی:

کچھ مسلمان آخرت کو زبانی طور پر تو تسلیم کرتے ہیں لیکن عملی طور پر اس کے منکر ہوتے ہیں۔ وہ کبوتر کی طرح خطرے کو دیکھ کر آنکھ بند کر لیتے اور خود کو اس سے محفوظ سمجھتے ہیں۔ آخرت کا دن یقینی ہے اور اس دن سے لا پرواہی ابدی خطرے میں خود کو ڈال دینا ہے۔ چنانچہ آخرت کے یقین کے لئے قرآن کا سمجھ کر مطالعہ اور اہل علم کی صحبت اختیار کریں۔

۳۔ آخرت میں کسی کی شفاعت پر بھروسہ

آخرت کی شفاعت کا جہاں تک تعلق ہے تو اس کے اصول اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیئے ہیں کہ یہ شفاعت اللہ کے اذن سے ہوگی لہذا یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا اپنے ہی حکم کو کسی کی سفارش سے باطل کروادے۔ اسی طرح شفاعت کرنے والا حق بات کے سوا کچھ نہ بولے گا یعنی وہ کسی باطل فعل کے حق میں سفارش نہیں کر سکتا۔

۴۔ دنیا کی محبت اور دنیاوی مصروفیات کی زیادتی

دنیا کی محبت بھی دنیاوی مصروفیات کو بہت اہم بناتی اور نماز سے روگردانی پر اکساتی ہے۔ دنیاوی امور میں دلچسپی بذاتِ خود کوئی بری شے نہیں لیکن اگر یہ محبت اور مصروفیت آخرت کی دائمی ناکامی کا باعث بنے تو عقل مندی نہیں کیونکہ عارضی کامیابی کبھی بھی دائمی ناکامی کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔

۵۔ نماز کی دین اسلام میں اہمیت سے ناواقفیت:

اکثر لوگ نماز کی دین میں اہمیت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اسے فالتو کی ایک سرساز سمجھتے ہیں اور کچھ اسے وقت کا ضیاع۔ چنانچہ اس قسم کے لوگ نماز کی اہمیت کو کم کرنے کے کئے نمازیوں کی برائیاں کرتے ہیں کہ فلاں شخص نمازی ہو کر بھی گالیاں دیتا، جھوٹ بولتا اور لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہے چنانچہ ایسی نماز کا کیا فائدہ۔ ایک دوسرا گروہ نماز کے مقابلے میں حقوق العباد کی اہمیت کو اجاگر کرتا اور نماز سے جان چھڑانے کی کوشش کرتا ہے۔

اس بارے میں یہ جان لینا چاہئے کہ نماز نہ پڑھنے والے کا ایمان ہی مشکوک ہے چنانچہ اسکی دیگر نیکیوں کی قبولیت بھی داؤ

پر لگی ہوئی ہے۔ چنانچہ نماز کی اہمیت کو ذہن نشین کرے کے لئے قرآن اور احادیث کا مطالعہ کریں۔

۶۔ سستی اور کاہلی

نماز کی اہمیت سے ناواقفیت اور سستی و کاہلی بھی نماز سے روگردانی کا سبب ہو سکتی ہے اس کا تعلق عملی کمزوری سے ہے جس کا علاج آگے بتایا گیا ہے۔ چنانچہ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ آپ دین کے بارے میں اپنے رویہ کا نیک نیتی سے جائزہ لیں اور اپنی منزل متعین کریں، اسلامی کتب کا مطالعہ کریں اور اہل علم سے اس مسئلے کو ڈسکس کریں جیسے آپ کسی موذی مرض کے لاحق ہونے پر معالج کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

2۔ غیر مستقل مزاج نمازی: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جمعہ کے علاوہ بھی نماز ادا کرتے ہیں لیکن اس پر مستقل مزاجی نہیں رکھ پاتے جس کے نتیجے میں نمازیں قضا بھی ہو جاتی ہیں۔ اس رویہ کے مندرجہ بالا اسباب کے علاوہ درج ذیل اسباب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ سستی و کاہلی ۲۔ مصروفیت ۳۔ قوتِ ارادی کی کمزوری ۴۔ نماز میں دل نہ لگنا

اس گروہ کے اشخاص کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نماز کی ادائیگی پر نظری طور پر بالکل آمادہ ہیں لیکن چند عملی کوتاہیوں کے سبب اس تقاضے کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ سستی کا عذر، مصروفیت کا بہانہ، نماز میں دل نہ لگنا وغیرہ کا بنیادی سبب قوتِ ارادی کی کمی ہی ہے جو نماز کو بروقت یا پابندی سے ادا کرنے میں مانع ثابت ہوتی ہے۔ اس صورتحال سے نبٹنے کے لیے ذیل کی ہدایات پر عمل کریں۔

پہلے مرحلے میں یہ جائزہ لیں کہ کونسی نماز یا نمازیں آپ پر مشکل پڑتی ہیں اور ان کے کیا اسباب ہیں مثال کے طور پر فجر اور عشاء کی نماز چھوڑنے کا سبب بالعموم نیند، تھکاوٹ اور سستی ہوتا ہے۔ اسی طرح ظہر اور عصر ترک کرنے کا سبب کاروباری و دنیاوی مشاغل کا غلبہ ہے۔ جبکہ مغرب سے فرار کی عمومی وجہ دورانِ سفر ہونا اور خواتین کا کھانا پکانے کی مصروفیت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آپ یہ معلوم کر لیں کہ آپ کون سی نمازیں چھوڑتے ہیں اور اس کا سبب کیا ہے۔ سبب معلوم کر کے اس کا علاج دریافت کریں اور کسی مشکل کی صورت میں آخر میں دیئے گئے ای میل پر رابطہ کریں۔ دوسرے مرحلے میں ۲۴ گھنٹوں میں کم از کم ایک وقت کی نماز اسکے وقت پڑھنے کی کوشش کریں اور رات کو سونے سے پہلے دن بھر کی تمام قضا ہو جانے والی فرض نمازیں ادا کریں۔ کم از کم ایک مہینے تک آپ اس عمل کو جاری

رکھیں۔ ہر قضا ہو جانے والی نماز اللہ سے توبہ کریں اور اپنی ندامت کا اظہار کریں۔ اسکے ساتھ ساتھ ہر قضا نماز پر اپنے اوپر جرمانہ مقرر کریں جو مالی، بدنی یا دونوں طرح کی مشقت کا ملغوبہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً ہر نماز قضا ہو جانے کی صورت میں ۵۰۰ روپے اللہ کی راہ میں کسی مستحق کو دے دیں۔ یا پھر ہر قضا نماز کی ادائیگی کے ساتھ چار نوافل اضافی پڑھیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ جرمانہ نہ تو اتنا آسان ہو کہ آپ کی طبیعت پر کوئی اثر نہ ہو اور نہ ہی اتنا مشکل کہ ناقابل عمل ہو۔ اس عمل کے دوران اللہ سے کامیابی کی دعا کرتے رہیں اور کسی بھی ناکامی کی صورت میں ہمت نہ ہاریں مثلاً اگر کوشش کے باوجود کسی دن نماز نہ پڑھی تو یہ نہیں کہ اب خود کو بالکل ہی لعنت زدہ سمجھ کر آئندہ کی نمازوں سے بری الذمہ ہو گئے۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ کسی بھی ناکامی کی صورت میں سابقہ عمل پر استقامت اور جرمانے کا ارادہ ہی نفس کو نکیل ڈالنے کا سبب بن سکتا ہے۔

قضا نمازوں کو رات میں پڑھنے کے عمل کو تقریباً ایک سے دو مہینے تک جاری رکھیں۔ دو مہینے کے بعد آپ میں اتنی استقامت انشاء اللہ آجائیگی کہ آپ نماز اسکے وقت پر پڑھنے کے قابل ہو جائیں گے۔ لیکن اگر دو مہینے میں ایسا نہ ہو تو راہنمائی کے لئے اس مضمون کے آخر میں دیئے گئے ای میل پر رابطہ کریں۔

3۔ فجر ترک کرنے والے نمازی:

ایک بہت بڑی تعداد ان نمازیوں کی ہے جو تمام نمازیں تو وقت پر پڑھ لیتے ہیں لیکن فجر کی نماز میں اٹھ نہیں پاتے۔ اسکا بنیادی سبب تمدنی تقاضوں کی بنا پر رات کو دیر سے سونا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا دور چونکہ ایک زرعی دور تھا لہذا فجر کی نماز پڑھنا اتنا مسئلہ نہ تھا لیکن اس دور کی مشکل نماز عصر کی تھی کیونکہ اس وقت کاروبار زندگی سمیٹا جا رہا ہوتا اور لوگ اندھیرا ہونے سے قبل اپنے ٹھکانوں پر پہنچنے کے لئے بے چین ہوتے تھے۔ چنانچہ قرآن میں خاص طور پر ہدایت دی گئی کہ بیچ کی نماز (یعنی عصر) کی خاص طور پر حفاظت کرو۔ اس ہدایت کی بنیاد یہی ہے کہ کون ہے جو اللہ کی محبت میں دنیا کو پس پشت ڈالتا اور خدا کی بندگی میں اپنے مفادات قربان کر دیتا ہے۔ آج کے صنعتی دور میں فجر کی نماز نے بیچ کی نماز کی شکل اختیار کر لی ہے۔ آج بھی خدا کا تقاضا اپنی جگہ پر موجود ہے کہ کون نیند کے خالق کے لئے اپنی نیند چھوڑتا، کون آرام دینے والے کی پکار پر لبیک کہتا اور کون دنیا کے فانی بچھونوں کو چھوڑ کر جنت کے ابدی بستروں پر محو استراحت ہونے کی تیاری کرتا ہے۔

فجر کی نماز وقت پر پڑھنے کی عادت ڈالنے کے لئے ان ہدایات پر غور کریں۔

۱۔ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا اور طلوع آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے۔ گرمیوں میں صبح صادق اپنے انتہائی اوقات میں چار بج کر تیرہ منٹ سے شروع ہوتا اور طلوع آفتاب پانچ بج کر اکتالیس منٹ پر ہوتا ہے (اسکی تفصیل اخبارات میں دیکھی جاسکتی ہے جو ہر روز تبدیل ہوتی رہتی ہے)۔ دفتر، اسکول و کالج جانے والے حضرات اور ناشتہ بنانے والی خواتین اس کے درمیان کبھی بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اگر جماعت ممکن نہیں تو گھر پر یہ نماز پڑھ کر دوبارہ سونے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ نیند کا دوبارہ آنا ظاہر ناممکن لگتا ہے لیکن کچھ دنوں کی مشق سے نیند دوبارہ آنا شروع ہو جائے گی۔ اگر آپ سونا نہیں چاہتے تو بھی کوئی مسئلہ نہیں۔

ب۔ سردیوں کے موسم میں طلوع آفتاب دیر سے ہوتا ہے چنانچہ ان دنوں میں فجر کی نماز وقت پر پڑھ کے دنیاوی امور میں مشغول ہو جانا زیادہ مشکل نہیں۔

ج۔ رات کو جلد سونے کی عادت ڈالیں۔ ایک انسان کے لئے اوسط نیند چھ سے آٹھ گھنٹے ہے چنانچہ رات کو اس طرح سوئیں کہ نیند بھی پوری ہو جائے اور نماز بھی مل جائے۔ لیکن نیند کی کمی ہو تو ہو، نماز ضرور پڑھنی ہے۔ اس سلسلے میں اوپر بیان کئے گئے جرمانے کے نظام سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

د۔ اس عادت میں پختگی کے بعد باجماعت نماز کی عادت بھی ڈالی جاسکتی ہے۔

4۔ مستقل نمازی: آخری صورت ان لوگوں کی ہے جو پانچ اوقات کی نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی مستحسن مقام ہے لیکن چونکہ انسان کا ہر عمل کامل نہیں ہوتا لہذا پانچ وقتہ نمازیوں کے لیے بھی بہتری کی گنجائش اور متعلق آفات سے نبٹنے کے لئے مستعدی کی ضرورت ہے۔ مستقل نمازی جن آفات اور کوتاہیوں کا شکار ہو سکتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ وسوسوں کی یلغار ۲۔ ریاکاری ۳۔ جلد بازی ۴۔ نماز میں خشوع و خضوع سے محرومی

۵۔ باجماعت نماز میں کوتاہی ۶۔ نوافل ادا نہ کرنا۔ ۷۔ تکبر ۸۔ مسجد سے لاتعلقی

۱۔ وسوسوں کی یلغار: پہلی کوتاہی جس کا ایک نمازی شکار ہو سکتا ہے وہ وسوسوں کا حملہ ہے۔ عموماً نماز ہی میں بھولی

بسی باتیں یاد آتی ہیں بعض اوقات انہی لایعنی خیالات کی رو بہک کر نمازی رکوع کی جگہ سجدہ کر بیٹھتا اور سورہ فاتحہ کی

جگہ التجیات پڑھ لیتا ہے۔ اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ وہ وسوسے جو غیر اختیاری ہیں ان پر کوئی مواخذہ نہیں لیکن جان بوجھ کر غیر متعلق باتیں سوچنے پر نکیر ہے۔ وسوسوں کا بنیادی سبب نماز میں پڑھے جانے والے کلمات کا ناقابل فہم ہونا ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ پہلے مرحلے میں سورۃ فاتحہ اور رکوع و سجود میں پڑھی جانے والی تسبیحات کا اردو ترجمہ یاد کر لیا جائے۔ پھر ان سورتوں کا ترجمہ بھی یاد کیا جائے جو آپ نماز میں پڑھتے ہیں۔ ہر آیت یا تسبیح کی ادائیگی سے پہلے اسکے مفہوم کو ذہن میں لا کر کچھ توقف کیا جائے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ کوئی آیت یا تسبیح ادا کرتے وقت یہ سوچیں کہ آپ کلمہ ادا کرنے کی نیت کر رہے ہیں۔ ایک اور طریقہ یہ ہے کہ نوافل اور جہری نمازوں میں ہلکی سی بلند آواز میں اس طرح قرآت کی جائے کہ دیگر نمازی متاثر نہ ہوں۔ اس سے بھی وسوسہ رفع کرنے میں مدد ملے گی۔

۲۔ ریاکاری

دوسری کوتاہی ریاکاری ہے۔ بعض اوقات اپنے ساتھیوں کو دکھانے یا متاثر کرنے کے لئے بھی کچھ لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ اسکا علاج یہ نہیں کہ نماز چھوڑ دی جائے بلکہ ریاکاری کا سدباب کیا جائے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے مقامات تبدیل کر دیں جہاں ریاکاری ہونے کا اندیشہ ہو مزید یہ کہ تنہائیوں میں بھی نماز ادا کرنے پر زور دیا جائے۔

۳۔ جلد بازی

تیسری آفت نماز جلد بازی سے ادا کرنا ہے۔ اسکا ایک سبب مفہوم و فلسفے سے نا بلند ہونا جبکہ دوسرا سبب نماز کے بعد کئے جانے والے دنیاوی کاموں کا خیال ہے۔ پہلی وجہ کا تدارک تو وسوسوں کے علاج میں موجود ہے جبکہ دوسرا نسخہ یہ ہے کہ نماز کے بعد کئے جانے والے تمام ممکنہ امور کو ذہن سے نکال دیا جائے اور ہر نماز کے بعد کچھ دیر پانچ یا دس منٹ تسبیحات اور ذکر میں مشغول رہا جائے اس طرح ذہن اور اعضاء سکون میں رہیں گے۔

۴۔ نماز میں خشوع و خضوع سے محرومی

۴ خشوع، خضوع، ارتکاز، حضوری قلب اور خدا کی یاد کے ثمرات سے محرومی بھی ایک آفت ہے جسکا شکار اکثر نمازی ہوتے ہیں۔ اس محرومی کے اسباب نماز کے فلسفے سے ناواقفیت، مطلوب تصورات کی کمزوری، یکسانیت اور تنہائی کا میسر نہ آنا ہیں۔ اسکا علاج یہ ہے کہ نماز کے ہر رکن یعنی قیام، رکوع، سجدہ، جلسہ وغیرہ کی حکمت پر مطالعہ کیا جائے کہ میں کس طرح اللہ رب العالمین کے حضور کھڑا ہوں، وہ مجھے دیکھ رہا ہے میں اپنا چہرہ اسکے قدموں میں رکھ کر اسکی محبت،

شفقت اور رحم کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ کبھی کھڑا ہو کر، کبھی بیٹھ کر کبھی جھک کر اور کبھی اٹھ کر اسکی یاد سے اپنے سینے کو منور کر رہا ہوں۔

اسکا دوسرا طریقہ جائز تصورات کو دل میں لانا ہے مثلاً جنت و دوزخ کا تصور، خدا کے دربار کا خیال، قیامت کی ہولناکی کے مناظر وغیرہ۔ تصور میں ارتکاز اور پختگی پیدا کرنے کے لئے اگر نفل نمازوں میں آنکھیں بند کر لی جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

یکسانیت سے نبٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز میں سورتیں اور تسبیحات کو بدل بدل کر پڑھا جائے۔ مثال کے طور پر رکوع میں سبحان ربی العظیم کی جگہ کوئی اور دعا پڑھی جائے، یا تکبیر کے بعد مرد و جہ شفاء کی بجائے کسی اور مسنون کلمے سے ابتدا کی جائے۔ اس سلسلے میں دعاؤں کی کتاب حصن حصین سے مدد لی جاسکتی ہے۔ خشوع و خضوع کے حصول کا ایک اور طریقہ تنہائی ہے۔ نوافل کو بالخصوص تہجد کی نمازرات کی تنہائی میں ادا کی جائے۔

۵۔ باجماعت نماز میں کوتاہی

باجماعت نماز ادا کرنے میں بھی اکثر نمازی تساہل کا شکار ہوتے ہیں۔ اسکا بنیادی سبب سستی اور غفلت ہی ہے۔ اس ضمن میں جماعت کے ثواب کو ذہن میں لا کر نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کریں بالکل ویسے ہی کہ جب دنیا میں خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتے ہیں۔

۶۔ نوافل ادا نہ کرنا

بعض اوقات نمازی سنت و نوافل سے گریز کرتے ہیں جس کا آخری نتیجہ فرائض سے روگردانی کی شکل میں نکل سکتا ہے۔ خدا اور بندے کا تعلق نوافل کی ادائیگی ہی سے مضبوط ہوتا ہے۔ نوافل کی ادائیگی کا بہترین وقت اور نماز تہجد کی نماز ہے اسکا افضل وقت تورات کا آخری پہر ہی ہے، لیکن آج کے مصروف دور میں رات کو نماز ادا کرنا اور دوسرے دن فرائض زندگی ادا کرنا اتنا آسان نہیں۔ لہذا عشاء کی نماز کے بعد بھی اس نماز کو ادا کرنے کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ البتہ ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ (عموماً ایک اینڈ پر) یہ نماز اپنے اصل وقت میں ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

۷۔ تکبر

ایک اور آفت جس کا شکار مستقل مزاج نمازی ہو جاتے ہیں وہ تکبر ہے۔ تسلسل سے نماز پڑھنے کی وجہ سے شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اب تو تو کامل ہو گیا اور تو خدا کے دربار میں مقبول ہو گیا۔ اس خیال کی بنا پر انسان گناہوں کی جانب مائل ہوتا اور اخلاقیات سے صرف نظر کر لیتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس بات کا تصور کیا جائے کہ اللہ اس بات کا اختیار رکھتے ہیں کہ وہ میری نمازوں کو قبول کریں یا رد کریں۔ میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ اپنی نمازوں کی قبولیت کا علم حاصل کر سکوں لہذا ان پر نازاں ہونا بے وقوفی ہے۔

۸۔ مسجد سے لا تعلق

مسجد بنیادی طور پر سجدے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاحی مفہوم میں مسجد مسلمانوں کی عبادت کی جگہ ہے۔ ایک نمازی کا مسجد سے ویسا ہی تعلق ہوتا ہے جیسے غلاموں کا بادشاہ کے محل سے۔ مسلم کی حدیث ہے کہ مکانوں میں سب سے محبوب اللہ کی مساجد اور سب سے ناپسندیدہ بازار ہیں۔ ایک اور حدیث ہے کہ سات اشخاص ایسے ہیں جن کو اللہ قیامت کے روز اپنے سائے میں رکھے گا ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جس کا دل مسجد ہی میں اٹکا رہے (متفق علیہ)۔ چنانچہ ایک مستقل مزاج نمازی کو چاہئے کہ وہ مسجد سے زندہ تعلق قائم کرے اور نمازوں کے بعد کچھ دیر وہیں بیٹھ کر اللہ کی حمد و ثناء، تسبیح، تہذکر، تفکر اور مناجات کرتا رہے۔ ہفتے میں کم از کم ایک بار اس عمل کو ضرور کیا جائے تاکہ خدا کے گھر سے تعلق برقرار رہے۔

آخری کلمہ: مندرجہ بالا ہدایات پر اپنے مرض کے مطابق ایک سے دو مہینے عمل کریں اور اس ضمن میں کسی بھی مشکل کی صورت میں راہنمائی کے کے لئے مندرجہ ذیل ای میل پر رابطہ کریں۔ اگر ای میل ممکن نہ ہو تو مندرجہ ذیل پتے پر جوابی لفافے کے ساتھ خط بھی بھیجا جاسکتا ہے۔

aqilkhans@gmail.com

توبہ

توبہ کی نوعیت کیا ہے، اس سے متعلق کیا غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، کیا توبہ اور مغفرت میں کوئی تعلق ہے، توبہ کرنے کی بنیادی شرائط کیا ہیں، توبہ کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے، توبہ سے متعلق سوالات کے جواب کیا ہیں؟ ان سب باتوں ایک ہی مضمون میں جاننے کے لئے اس لنک پر کلک کریں۔

<http://aqilkhans.files.wordpress.com/2011/06/tauba.pdf>

سوالنامہ

- نوٹ: ۱۔ اپنے اسٹیٹس کا تعین کریں اور اس کے مطابق سوالنامہ پر کریں۔
۲۔ اگر آپ مسلسل ایک مہینے سے وہ کام کر رہے ہوں تو ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جواب ہاں میں دیں۔
سوالنامہ برائے لیول ۱ (بے نمازیوں کے لیے):

یہ سوالنامہ ان لوگوں کے لئے ہے جو نماز نہیں پڑھتے۔ اس سوالنامے کی مدد سے اپنی کارکردگی معلوم کریں اور جب کارکردگی سو فیصد ہو جائے تو اگلے لیول کا سوالنامہ پر کریں۔

نمبر	سوال	ہاں	نہیں
1	نماز قضا ہونے کی صورت میں ہر رات سونے سے پہلے قضا پڑھ لیتا ہوں		
2	میں ہر نماز قضا ہونے کی صورت میں توبہ کرتا اور جرمانہ ادا کرتا ہوں۔		
3	میں گذشتہ ایک مہینے سے دنیاوی مصروفیت کے باوجود نماز پڑھنے کو ترجیح دینے لگا ہوں۔		
4	میں گذشتہ ایک مہینے سے پانچ وقت کی نمازیں وقت پر یا وقت گزرنے کے بعد پڑھنے لگا ہوں		

اگر مندرجہ بالا سوالات میں سب کا جواب ہاں ہے تو آپ اگلے لیول تک جانے کے اہل ہیں بصورتِ دیگر مزید ایک مہینے تک ہدایات پر عمل کریں یا ای میل پر رجوع کریں۔
سوال نامہ برائے لیول ۲ (غیر مستقل مزاج نمازیوں اور تارک فجر نمازیوں کے لیے):

نمبر	سوال	ہاں	نہیں
1	میں نیند کے غلبے کے باوجود نماز (بالخصوص فجر کی نماز) وقت پر پڑھ لیتا ہوں		
2	اب میری نمازیں سستی، کاہلی یا بہانے کی وجہ سے قضا نہیں ہوتی ہیں		
3	میں دفتری، کاروباری، گھریلو یا کسی اور مصروفیت کی بنا پر نماز قضا نہیں کرتا۔		
4	گذشتہ ایک مہینے سے وقت پر پانچ وقت کی نمازیں پڑھ رہا ہوں		

اگر مندرجہ بالا سوالات میں سب کا جواب ہاں ہے تو آپ اگلے لیول تک جانے کے اہل ہیں بصورتِ دیگر مزید ایک مہینے تک ہدایات پر عمل کریں یا ای میل پر رجوع کریں۔

سوال نامہ برائے لیول ۳ (مستقل نمازیوں کے لیے):

نمبر	سوال	ہاں	نہیں
1	میں نماز کے دوران جان بوجھ کر کچھ سوچنے سے مطلقاً گریز کرنے لگا ہوں		
2	مجھے یقین ہے کہ میں اپنی نماز کسی کو دکھانے یا متاثر کرنے کے لیے نہیں پڑھتا۔		
3	میں قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور قعدہ کو سکون سے ادا کرتا ہوں۔		
4	میں نماز میں قرأت ٹھہر ٹھہر کر بنا کسی جلد بازی کے کرتا ہوں۔		
5	نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں اور تسبیحات کا ترجمہ یاد کر لیا ہے اور قرأت کے وقت اسے ذہن میں رکھتا ہوں۔		
6	دورانِ نماز قیام، رکوع اور سجدہ وغیرہ کے فلسفے کو جان کر خدا کی حضوری میں نماز ادا کرتا ہوں		
7	میں نماز میں خدا کے دربار، جنت، دوزخ، قیامت وغیرہ کا تصور کر کے خشوع و خضوع کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہوں		
8	میں سجدے، رکوع، قومے، جلسے اور قیام میں پڑھی جانے والی دعا اور تسبیحات بدل بدل کر پڑھنے لگا ہوں۔		
9	میں فرض کے علاوہ سنت و نوافل بھی ادا کرتا ہوں		
10	تہجد کی نماز عشاء کے بعد یارات کے آخری پہر میں پڑھتا ہوں		
11	میں نماز کے بعد بھی خدا کی یاد دل میں رکھنے کے قابل ہو جاتا ہوں		
12	میری نماز مجھے فحش اور منکر باتوں اور کاموں سے روکنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔		

اگر اس لیول میں سب سوالات کا جواب ہاں ہے تو اللہ کا شکر ادا کریں اور ضرورت پڑنے پر ای میل پر رجوع کریں تاکہ نماز میں مزید بہتری لائی جائے۔ کسی سوال کا جواب منفی ہونے کی صورت میں دوبارہ ایک ماہ تک ہدایات پر عمل کریں۔

اللہ کا ذکر

اللہ کا ذکر کیا ہے؟ ذکر کرنے کے کیا مسنون طریقے ہیں؟ ذکر کے بارے میں عام طور پر کیا غلط تصورات ہیں؟ ذکر کرنے میں مشکلات اور ان کا حل کیا ہے؟ ان سب سوالات کا جواب جاننے کے لئے اس لنک پر کلک کریں۔

<http://aqilkhans.files.wordpress.com/2011/07/allah-ka-zikr-final.pdf>

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دوسرا مضمون۔ زکوٰۃ کی مشکلات اور علاج

از پر وفیسر محمد عقیل

نماز کی طرح زکوٰۃ کو ماننا بھی دین اسلام میں لازم ہے بصورت دیگر نماز کے منکرین کی طرح زکوٰۃ کا انکار کرنے والے لوگ بھی دائرۃ اسلام سے خارج سمجھے جاتے ہیں۔

قرآن کی آیات

۱۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جو کچھ بھلائی تم اپنے واسطے آگے بھیجو گے اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤ گے۔ بیشک جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے۔ (البقرہ ۲: ۱۱۰)

۲۔ (مسلمانو!) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (النور ۲۳: ۵۶)

احادیث

۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام (کا قصر پانچ ستونوں) پر بنایا گیا ہے، اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 7)۔

۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ نہ اداء کی تو اس کا مال گنجه سانپ کی شکل میں اس کے پاس لایا جائے گا جس کے سر کے پاس دو چینیاں ہوں گی قیامت کے دن اس کا طوق بنایا جائے گا، پھر اس کے دونوں جبرٹوں کو ڈسے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر قرآن کی آیت پڑھی اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا اور وہ اسمیں بخل کرتے ہیں وہ اسے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ برا ہے اور قیامت کے دن یہی مال ان کے گلے کا طوق ہوگا (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1319)۔

روزہ کی مشکلات اور ان کا علاج

ازپروفیسر محمد عقیل

<http://wp.me/aX8P5-eh>

زکوٰۃ سے متعلق غلط فہمیاں اور کوتاہیاں:

زکوٰۃ سے متعلق ہمارے معاشرے میں کئی عملی غلط فہمیاں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کوتاہیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ زکوٰۃ کے فلسفے سے ناواقفیت

۲۔ شرح زکوٰۃ سے متعلق غلط فہمی

۳۔ زکوٰۃ کے حساب کتاب میں کوتاہی

۴۔ مصارف زکوٰۃ سے متعلق غلط تصورات

ان مسائل کا تجزیہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ زکوٰۃ کے فلسفے سے ناواقفیت: زکوٰۃ کا بنیادی مقصد اسکے نام ہی سے ظاہر ہے یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کر کے اپنے نفس کو ان آلائشوں سے پاک کیا جائے جو مال کی محبت، بخل اور دولت مندی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ دولت کی محبت دنیا کی زندگی پر اکتفا کرنے کی تعلیم دیتی اور آخرت سے روگردانی پر اکساتی ہے۔ زکوٰۃ درحقیقت اپنے اس محبوب مال کو خدا کی رضا کے لئے قربان کر دینے کا نام ہے، یہ اپنا سرمایہ خدا کے ابدی بینک میں رکھنے کا عمل ہے جس کا منافع جنت میں ہمیشہ ملتا رہے گا، یہ تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے، یہ اپنے دل کو نوٹوں کی رنگینی سے آزاد کر کے خدا کی یاد کا پابند کرنے کا عمل ہے۔

لیکن دیکھا گیا ہے کہ جب زکوٰۃ کا وقت آتا ہے تو کچھ لوگوں کے چہرے بچھ جاتے ہیں اور وہ لاپرواہی یا اعتراض کرتے ہوئے زکوٰۃ کی ادائیگی سے گریز کرتے ہیں۔ اس کا بنیادی سبب دنیا کی محبت اور اسکی آسائشوں کو دائمی سمجھنا ہے۔ جبکہ یہ

ایک واقعہ ہے کہ یہ دنیا اپنی تمام تر جلوہ آفرینیوں کے ساتھ ایک دن ختم ہو جاتی ہے۔ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہی محبوب مال قیامت کے دن ایک گنج سانسپ بنا کر گردن میں ڈال دیا جائے گا (بخاری: رقم ۱۴۰۳)۔

زکوٰۃ کے بارے میں ایک اور رویہ اس عبادت کو ایک بوجھ اور زبردستی کی چٹی یا تاوان سمجھ کر ادا کرنا ہے۔ اس قسم کے لوگ زکوٰۃ ادا کرتے وقت منہ بناتے، بڑبڑاتے اور بے دلی کے ساتھ انفاق پر راضی ہوتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کو ہمارا مال نہیں بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ نفس کو خدا کی رضا پر راضی رہنے کی تربیت دیں اور اس کے لئے دنیاوی ساز و سامان کی بے ثباتی اور حقیقت کا مطالعہ کریں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی میں تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو اسے بوجھ تو نہیں سمجھتا لیکن اس عبادت کے ثمرات سمیٹنے سے بھی قاصر رہتا ہے۔ اس گروہ کے لوگ انفاق سے پیدا ہونے والے خشوع، خشیت، پاکی، اور تقویٰ جیسے جذبات سے عاری ہی رہتے ہیں۔ اس کا سبب زکوٰۃ کے فلسفے سے ناواقفیت اور اللہ سے زندہ تعلق کی کمی ہے۔ اس کے لئے زکوٰۃ کی فضیلت سے متعلق آیات، احادیث اور لٹریچر کا مطالعہ مفید ہو سکتا ہے۔

۲۔ شرح زکوٰۃ سے متعلق غلط فہمی

شرح زکوٰۃ سے متعلق ایک بہت عام سی غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ہر قسم کے مال و دولت پر زکوٰۃ ڈھائی فی صد ہے۔ مال پر زکوٰۃ ڈھائی فی صد ہے جبکہ زرعی پیداوار، مویشی، خدمات اور دیگر اثاثہ جات میں اسکی شرح مختلف ہے۔ اسکی تفصیل کسی بھی قابل اعتماد اہل علم سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

غیبت

غیبت کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟

غیبت کے اسباب کیا ہیں؟

غیبت سے کس طرح بچا جائے؟

یہ بجانے کے لئے اس لنک پر کلک کریں

<http://aqilkhans.files.wordpress.com/2011/06/gheebat.pdf>

۳۔ زکوٰۃ کے حساب کتاب میں کوتاہی: زکوٰۃ سے متعلق ایک اور آفت یہ ہے کہ اکثر افراد اپنے اموال کا باقاعدہ حساب کتاب کرنے کی بجائے محض اندازے ہی سے زکوٰۃ کی ادائیگی پر اکتفا کر لیتے ہیں جس سے اندیشہ ہے کہ زکوٰۃ

درست شرح سے ادا نہ ہو۔ اسکا آسان طریقہ یہ ہے کہ تمام اثاثہ جات کی ایک فہرست بنائی جائے اور دوسرے کالم میں انکی مالیت لکھ کر آخر میں کل مالیت معلوم کر لی جائے۔ نقد رقم پر تو زکوٰۃ کا حساب کرنا بہت آسان ہے البتہ کچھ اثاثوں میں حساب کتاب میں دقت یا غلط فہمی درپیش ہو سکتی ہے۔ انکی تفصیل درج ذیل ہے۔

زیورات کی مالیت کا حساب: سب سے مشکل کام سونے کے زیورات کی مالیت کا اندازہ لگانا ہے۔ اسکی وجوہات سونے کی مالیت میں اتار چڑھاؤ، سونے کے قیراط کا فرق، وزن کا درست علم نہ ہونا اور تولہ اور دس گرام کے پیمانوں کا استعمال ہے۔ ان مشکلات سے نبٹنے کے لئے ان ہدایات پر عمل کریں:

۱۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا کوئی ایک دن مخصوص کر لیں (مثلاً رمضان کی پہلی تاریخ)، اور پھر سونے یا چاندی کے اس دن کے ریٹ پر حساب کریں۔

ب۔ اس کے بعد تمام زیورات کی ایک فہرست بنالیں اور یہ معلوم کریں کہ آپ کا زیور کتنے قیراط کا ہے یہ آپ اس زیور کی رسید سے یا جیولر کے پاس جا کر معلوم کر سکتے ہیں۔ عموماً خالص سونا ۲۴ قیراط، جبکہ زیورات ۲۲ قیراط سے ۱۲ قیراط تک کے ہو سکتے ہیں اور قیراط میں کمی سے ریٹ بھی کم ہوتے جاتے ہیں۔ جیولر کو فون کر کے متعلقہ قیراط کے سونے کا ریٹ حاصل کر لیں کیونکہ اخبارات میں صرف ۲۴ قیراط کے ریٹ آتے ہیں (آپ ۲۴ قیراط کے حساب سے بھی زکوٰۃ ادا کر سکتے ہیں جو کہ ایک مستحسن عمل ہے)۔

ج۔ اگلا مرحلہ وزن کا تعین کرنا ہے۔ زیور کی رسید پر جو قیمت لکھی ہوتی ہے اس میں زیور کا اصل وزن، ۱۵ سے ۲۰ ف صد ویسٹ (زیور بنانے میں ضائع ہو جانے والا سونا) اور مزدوری کی قیمت شامل ہوتی ہے۔ آپ نے زکوٰۃ صرف اصل وزن پر دینی ہے۔ مثال کے طور پر انیلا کے پاس ایک سونے کی چین ہے جس کا وزن ایک ۱۱ گرام ہے۔ رسید پر لکھا ہے کہ ویسٹ ۵ فیصد لگایا گیا ہے۔ چنانچہ ۱۱ گرام کا دس فیصد ایک گرام بنتا ہے۔ یہ ایک گرام مائنس کر دینے کے بعد اصل وزن دس گرام ہے۔ چنانچہ زکوٰۃ دس گرام سونے کے وزن پر ہی دی جائے گی۔

د۔ ایک اور مسئلہ گرام اور تولہ کے حساب کا ہے۔ وزن کے معاملے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ ایک تولہ میں ۱۱ اعشاریہ ۶۶ گرام سونا ہوتا ہے۔

۵۔ آخر میں وزن کو اسکے ریٹ سے ضرب دے کر کل قیمت معلوم کر لیں۔ اگر یہ نصاب سے زیادہ ہے تو کل مالیت کا ڈھائی فی صد زکوٰۃ کی مد میں ادا کریں۔

۶۔ ایک مثال سے اس مسئلے کی وضاحت کی جاسکتی ہے۔ فرض کریں میرے پاس دو تولہ کے کڑے ۲۲ قیراط کے موجود ہیں۔ فون کر کے میں معلوم کیا تو علم ہو کہ ۲۲ قیراط سونے کی مالیت ۴۵۰۰۰ روپے فی تولہ ہے۔ چنانچہ ان کڑوں کی کل مالیت نوے ہزار روپے بنتی ہے۔ چنانچہ مجھے زکوٰۃ نوے ہزار روپے پر ادا کرنی ہے۔

۷۔ کچھ فقہاء زکوٰۃ سے ان زیورات کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں جو روزمرہ کے استعمال میں ہوں مثلاً وہ بالیاں یا کنگن جو ہر وقت زیر استعمال رہتے ہیں۔ اسکی تفصیل کے لیے قابل اعتماد اہل علم سے رجوع کریں۔

پلاٹ پر زکوٰۃ کا حساب: پلاٹ پر اسکی موجودہ مارکیٹ ویلیو کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اس ضمن میں ایک بات سمجھ لینی چاہئے کہ آج کل کچھ پلاٹ اور اپارٹمنٹ قسطوں پر لئے جاتے ہیں۔ ان پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں، اس سلسلے میں دو آراء ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جب تک یہ جائداد آپ کے قبضے میں نہ آجائے اس پر زکوٰۃ نہیں۔ دوسرا گروہ ادا شدہ قسطوں کی رقم پر زکوٰۃ کا قائل ہے۔ اسی طرح ایک بے گھر شخص کا وہ پلاٹ بھی زکوٰۃ کے زمرے میں نہیں آتا جو اس نے مکان بنوانے کے لئے رکھ چھوڑا ہو۔ البتہ ایک پلاٹ کو چھوڑ کر باقی پلاٹوں پر زکوٰۃ لاگو ہوگی۔

دیگر اشیاء کی مالیت کا حساب: دیگر اشیاء مثلاً شیررز، بانڈز، بینک سیونگ اور دیگر سیونگز پر زکوٰۃ انکی موجودہ مالیت کے حساب سے ہوگی۔

زکوٰۃ سے استثناء: تین چیزیں زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں یعنی پیداوار، تجارت اور کاروبار کے ذرائع، ذاتی استعمال کی اشیاء اور حد نصاب سے کم سرمایہ۔

۴۔ مصارف زکوٰۃ سے متعلق غلط تصورات:

زکوٰۃ کن لوگوں کو دی جاسکتی ہے؟ اس کے متعلق بھی کئی عملی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حکومت کو زکوٰۃ دینا: اس میں پہلا مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ زکوٰۃ ریاست کو دی جائے یا افراد کو۔ ہماری حکومت صرف بینک اکاؤنٹ، شیررز، بانڈز وغیرہ پر زکوٰۃ لیتی ہے اگر آپ کا حکومت پر اعتماد ہے تو ٹھیک و گرنہ آپ ڈیکلریشن جمع کر کے اکاؤنٹ پر زکوٰۃ سے استثناء حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ زکوٰۃ فقیروں، مسکینوں، تاوان زدہ لوگوں، مسافروں کی بہبود اور

اللہ کی راہ میں خرچ کی جاسکتی ہے (التوبہ ۶۰:۹)۔

ادارے کو زکوٰۃ دینا: اسی طرح ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ آیا زکوٰۃ فرد کو دینا لازم ہے یا یہ کسی ادارے کو بھی دی جاسکتی ہے۔ زکوٰۃ کے لئے تملیک کی شرط کے بارے میں دو آراء ہیں۔ ایک یہ کہ زکوٰۃ کے لئے کسی شخص کو اس کا مالک بنانا ضروری ہے چنانچہ ان کے مطابق زکوٰۃ فرد کو دی جائے گی، ادارے کو نہیں۔ البتہ وہ فقہی گروہ جو زکوٰۃ کے لئے ملکیت کی شرط عائد کرتے ہیں ان کے مدارس اور ادارے بھی زکوٰۃ لینے کی اپیل کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ دوسرے نقطہ نظر کے مطابق زکوٰۃ فرد اور ادارے دونوں ہی کو دی جاسکتی ہے۔ ان دو آراء میں آپ کا جس پر اطمینان ہو عمل کر لیں۔

۵۔ دیگر ہدایات:

۱۔ زکوٰۃ جس کو ادا کریں اسکی عزت نفس مجروح نہ ہونے دیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ رقم دیتے وقت یہ بتائیں کہ یہ زکوٰۃ ہے۔

۲۔ ان رشتے داروں اور ساتھیوں کو نظر میں رکھیں جو مستحق تو ہیں لیکن کھل کر اظہار نہیں کر سکتے۔

۳۔ زکوٰۃ میں کوشش کریں کہ زیادہ مال چلا جائے لیکن کم نہ جائے۔

۴۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ زکوٰۃ کسی صاحب حیثیت (صاحبِ نصاب) شخص کو نہیں دی جاسکتی، یہ بات درست نہیں۔ اگر ایک صاحب نصاب شخص کسی مالی مشکل (جیسے سفر کی بے سرو سامانی، قرض کی ادائیگی، بچوں کی شادی یا تعلیم وغیرہ) میں گرفتار ہو گیا ہے تو اسے بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

۵۔ زکوٰۃ کو دس لوگوں میں تقسیم کرنے کی بجائے اگر ایک ہی فرد کو دی جائے تو اس سے وہ کوئی بڑی ضرورت پوری کر کے اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس ضمن میں آپ اور سامنے والے کی ترجیحات ہی کوئی حتمی فیصلہ کر سکتی ہیں۔

۶۔ زکوٰۃ سید کو دی جاسکتی ہے یا نہیں۔ اس بارے میں ایک نقطہ نظر تو یہ ہے کہ قیامت تک اس کی ممانعت ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ سید کو زکوٰۃ کی ممانعت نبی کریم ﷺ کے دور تک محدود تھی کیونکہ آپ ﷺ کے لئے مال غنیمت میں ایک حصہ معین تھا جبکہ آج سید کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے کیونکہ اس کے لئے آج اس قسم کی کوئی سہولت نہیں۔

ایک وضاحت: یہاں زکوٰۃ کے تمام مسائل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ زکوٰۃ سے متعلق اہم عملی مسائل کا احاطہ کرنا ہے۔ چنانچہ مزید کسی راہنمائی کے لئے مندرجہ ذیل ای میل پر رابطہ کریں

aqilkhans@gmail.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تیسرا مضمون۔ روزے کی مشکلات اور علاج

ازپر و فیسر محمد عقیل

قرآنی آیت

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزہ فرض کر دیا گیا جس طرح ان لوگوں پر فرض کر دیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ (البقرہ ۲: ۱۸۳)

احادیث

- ۱۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان میں ایمان اور ثواب کا کام سمجھ کر روزے رکھے اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 37)
- ۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے، تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1780)

تعارف

نماز اور زکوٰۃ کے بعد روزہ تیسری اہم عبادت ہے۔ رمضان فرض روزوں کا مہینہ ہے جس میں مسلمانوں کے لیے فجر سے مغرب تک کھانے پینے اور مخصوص جنسی عمل سے اجتناب برتنا لازم ہے البتہ مسافر، بیمار یا حیض میں مبتلا خواتین اس سے مستثنیٰ ہیں۔ روزہ صرف امت محمدی پر ہی نہیں بلکہ ماضی کی امتوں پر بھی فرض تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اپنی بگڑی ہوئی شکل میں عیسائیوں، یہودیوں حتیٰ کہ ہندوؤں کے یہاں بھی اب تک موجود ہے

روزے کی فضیلت: روزہ ان عبادات میں سے ہے جن کی فضیلت اور اجر دیگر عبادات کی نسبت بہت زیادہ بلکہ لامحدود ہے۔ احادیث میں بڑی کثرت سے روزے کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ جنت کا ایک دروازہ ریان صرف روزے

داروں ہی کے لئے مخصوص ہے (متفق علیہ)۔ ایمان و احتساب کے ساتھ روزے رکھنے پر گذشتہ گناہوں کی معافی کی بشارت ہے (متفق علیہ)۔ روزے دار کے منہ کی بوالہ کو مشک کی بو سے بھی زیادہ عزیز ہے (متفق علیہ)۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک جب وہ افطار کرے اور دوسری جب وہ (اپنے روزے سے رب کو راضی کر کے) خدا سے ملاقات کرے گا (متفق علیہ)۔ ایک بادشاہ اپنے عام ملازموں کو لگی بندھی تنخواہ سے نوازتا ہے جس کا ایک قاعدہ اور قانون مقرر ہے۔ لیکن جب وہ اپنے وفادار اور خاص لوگوں سے معاملہ کرتا ہے تو پھر اجرت کا اصول بدل جاتا اور اس کی مقدار بے حساب ہو جاتی ہے اسی طرح ایک مؤمن کے ہر عمل کی جزا اس گناہ سے لے کر سات سو گنا تک ہے لیکن روزے کا اجر محدود ہے اور اس کی جزا خود پروردگار عالم دیں گے (متفق علیہ)۔

روزے کا مقصد: روزوں کا بنیادی مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ تقویٰ درحقیقت اللہ کے خوف، اس کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش، اس کی رضا کے لئے ہر طرح کی مشقت اور آزمائش کے لیے کمر بستہ رہنے سے عبارت ہے۔ خدا کا تقرب اسی صورت میں مل سکتا ہے جب بندہ اس سے رک جائے جس سے رب نے منع کیا اور وہ کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائے جس کا اس نے حکم دیا ہے۔ عمل کی دنیا میں دیکھا جائے تو یہ کوئی دو اور دو چار کا فارمولا نہیں کہ ادھر بندے نے بندگی کا اقرار کیا اور ادھر وہ ولی صفت اور باعمل مسلمان بن گیا۔ خدا کے احکامات کی بجا آوری کے لیے سخت محنت، ٹریننگ اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہے۔ عربی میں صوم کا مطلب ہے کسی چیز سے رک جانا اور اسے ترک کر دینا۔ صائم (روزے دار) کی اصطلاح عرب معاشرے میں ان گھوڑوں کے لئے بھی استعمال ہوتی تھی جنہیں جنگ کی تربیت دینے کی خاطر بھوکا پیاسا رکھا جاتا تھا۔ روزہ اسی تربیت کا حصہ ہے جس کے ذریعے بندہ چند جائز اعمال کو بھی خدا کے حکم پر چھوڑ کر اس کی فرمانبرداری کی عادت پیدا کرتا اور گناہوں کی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی تربیت حاصل کرتا ہے۔

روزے کا فلسفہ: دین کا بنیادی مقصد اپنے رب کو راضی کرنا اور اس کی عبادت و اطاعت ہے۔ رب کی اطاعت میں دو

دشمن حائل ہوتے ہیں۔ ایک دشمن تو داخلی ہے جو انسان کا اپنا نفس ہے جبکہ دوسرا دشمن خارجی ہے جو شیطان ہے۔ رمضان چونکہ تربیت کا مہینہ ہے اس لیے خارجی دشمن یعنی شیطان کو تو دراندازی کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔ دوسری جانب نفس کی تربیت کر کے اسے ہر قسم کے حالات میں خدا کی اطاعت و بندگی کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ نفس کی مثال ایک سرکش گھوڑے کی مانند ہے جو اپنے سوار کو اپنی مرضی سے بے مقصد بھگانا اور موقع ملنے پر بیچ دینا چاہتا ہے۔ لیکن جب اسی سرکش گھوڑے کی تربیت کر دی جاتی اور اسے اچھی طرح سدا دیا جاتا ہے تو اب یہ سوار کے اشاروں پہ ناچتا، اس کے احکامات کی تعمیل کرتا اور اس کے لیے سراپا نفع بخش بن جاتا ہے۔ گو کہ کچھ لوگ اس سرکش گھوڑے کو گولی مار کر ختم کر دینا بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں روز روز کی جھنجھٹ نہیں۔ لیکن اسلام میں رہبانیت نہیں اور انسان کی اصل طاقت اس منہ زور گھوڑے کو رام کرنے میں ہے ناکہ اس کو مار ڈالنے میں۔ روزہ بھوک اور پیاس کے ذریعے نفس کے سرکش تقاضوں کو کمزور کر کے خدا کی اطاعت کے لیے تیار کرتا ہے۔ جو تقاضے انسان کو متواتر گناہ پر مجبور کرتے ہیں ان میں جنس کے تقاضے، پیٹ کی بھوک اور حلق کی پیاس سر فہرست ہیں۔ ان تقاضوں کی افراط انسان کو بے شمار گناہوں پر اکساتی اور لاتعداد اخلاقی بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔ روزہ ان تقاضوں کو نکیل ڈالتا، ان کو قابو میں رکھتا اور انسان کو ان کے شر سے محفوظ رہنے کی تربیت دیتا ہے۔ انسانی نفس کا ایک اور منفی پہلو یہ ہے کہ وہ جلد باز واقع ہوا ہے۔ روزہ اس جلد بازی کے تقاضے کو قابو کر کے صبر کی تربیت بھی دیتا ہے۔

روزے کی آفات: ہمارے معاشرے میں بالعموم لوگ روزہ رکھتے ہیں۔ البتہ چند کوتاہیوں کی بنا پر اس عظیم عمل کو مکمل یا جزوی طور پر ضائع کر دیتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

- ۱۔ روزہ رکھنے سے گریز ۲۔ نماز پڑھنے سے گریز ۳۔ شہوانی امور میں ملوث ہونا ۴۔ گناہ کا کلام ۵۔ غصے کا غلبہ ۶۔ زبان کے چٹخارے ۷۔ وقت کاٹنے کی کوشش ۸۔ ریاکاری یاد کھاوا ۹۔ نیت میں خرابی ۱۰۔ قیام الیل ۱۱۔ دیگر کوتاہیاں
- ۱۔ روزہ رکھنے سے گریز: رمضان شروع ہونے سے قبل کچھ لوگ روزے ترک کرنے کے غیر شرعی بہانے تلاش

کرنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ خود کو اور لوگوں کو مطمئن کر سکیں۔ حالانکہ شریعت میں روزے سے مستثنیٰ افراد کی تفصیل موجود ہے۔ لیکن پھر بھی لوگ سردرد کے بہانے، خود ساختہ بیماری کے سبب، کام کی زیادتی یا کسی اور بنا پر روزے نہیں رکھتے۔ اس کا بنیادی سبب خدا پر ایمان کی کمزوری اور قول و فعل کا تضاد ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ قرآن کریم کا مطالعہ اور صالح لوگوں کی صحبت سے ایمان کو جلا بخشی جائے اور ہر قسم کی مشکل میں خدا کی رضامندی کو اہمیت دی جائے۔

۲۔ نماز پڑھنے سے گریز: عام طور پر تو روزے دار نماز کا اہتمام کرتے ہی ہیں لیکن ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو روزے کی حالت میں بھی نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ سستی و کاہلی ہے اور پھر یہ حضرات روزے اور نماز کو دو الگ الگ فرائض سمجھتے ہیں حالانکہ جس کی رضا کے لیے وہ خود کو بھوکا پیاسا رکھ رہے ہیں اسی کا حکم ہے کہ نماز پڑھو۔ یہ حضرات روزے کا مطلب بھوک اور پیاس ہی لیتے اور اس کی اسپرٹ کو جاننے سے قاصر رہتے ہیں۔ روزے کا بنیادی مقصد نفس کی تربیت کر کے اسے خدا کی بندگی اور اس کے تمام احکام و ہدایات بجالانے والا بنانا ہے۔ چنانچہ عین حالتِ روزہ میں خدا کی بندگی کی عملی تعبیر یعنی نماز سے روگردانی روزے کے بنیادی فلسفے اور مقصد سے روگردانی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اوپر بیان کیے گئے روزے کے فلسفے پر غور کریں۔ اس سلسلے میں تزکیہ نماز پر لکھے گئے آرٹیکل سے مدد لی جاسکتی ہے۔

۳۔ شہوانی امور میں ملوث ہونا: کچھ لوگ روزہ رکھ کر ظاہری جنسی امور سے تو اجتناب کرتے ہیں لیکن دیگر طریقوں سے شہوت کو تسکین پہنچانے کی شعوری و لاشعوری کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً یہ آنکھوں کو قابو میں نہیں رکھتے، کانوں سے فحش گانے سن کر نفس کو تسکین پہنچاتے یا پھر فحش باتوں میں ملوث ہو کر روزے کو ضائع کرتے اور پھر یہ شکایت کرتے نظر آتے ہیں کہ ہمارے شہوانی تقاضے روزے میں بھی قابو میں نہیں آتے۔ بھائی جب ایئر کنڈیشن چلایا جاتا ہے تو کھڑکیاں دروازے بند کر کے ٹھنڈک کو باہر نکلنے سے روکا جاتا ہے۔ آنکھوں کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوں اور

کانوں کے دروازے بھی، تو پھر یہ شکایت عبث ہے کہ تقویٰ کی ٹھنڈک دل میں محسوس نہیں ہوتی۔ ہمت سے کام لے کر خود کو ان گناہ کے امور سے دور کر لیں۔ جو نہی کسی نامحرم پر شہوت کی نگاہ پڑے تو نفس کو کہہ دیں کہ میں روزے سے ہوں اور خدا کی حمد و ثنا اور استغفار و دعا میں مشغول ہو جائیں۔ نیز دل کے وسوسوں میں بھی کسی جنسی یا شہوانی تصور سے گریز کریں کیونکہ آپ نے جس کے لئے روزہ رکھا ہے وہ دلوں کے بھید بھی جان لیتا ہے۔ یاد رہے کہ نامحرم کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا گناہ ہے لہذا دفتر یا تعلیمی اداروں میں جہاں مرد و زن کا اختلاط زیادہ ہوتا ہے، نامحرم کے بارے میں ہر طرح کے جنسی اشتہا کے تصور کو قابو کیا جائے۔

شہوانی امور میں ایک معاملہ میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔ ظاہر ہے کہ روزے کی ایک شرط مخصوص جنسی تعلق سے گریز بھی ہے۔ البتہ دیگر معاملات (مثلاً بوس و کنار وغیرہ) کی اجازت تو ہے لیکن چونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ روزہ ضائع ہو جائے لہذا اجتناب ہی بہتر ہے۔

۴۔ گناہ کا کلام: قدیم شریعتوں میں روزے کی حالت میں کلام یعنی بات چیت پر بھی پابندی ہوتی تھی۔ امت محمدی میں گو کہ یہ پابندی تو نہیں لیکن بلا ضرورت کلام سے گریز روزے کی روح کے قریب تر ہے۔ بات چیت میں جو گناہ ہم سے سرزد ہوتے ہیں ان میں جھوٹ، غیبت، بہتان، فحش کلام، گالم گلوچ وغیرہ شامل ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور برا کام کرنا نہیں چھوڑتا، تو اللہ کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے (بخاری)۔ غور طلب بات یہ ہے کہ روزے کا مقصد اللہ کا خوف اور اس کے احکام و فرامین کے لیے تعمیل کا جذبہ پیدا کرنا ہے محض بھوکا اور پیاسا رہنا نہیں۔ چنانچہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک طرف تو کھانے کا ایک دانہ بھی منہ میں نہیں جائے اور دوسری طرف غیبت کے ذریعے اپنے ہی بھائی کا گوشت جی بھر کے کھایا جا رہا ہو، شہوت سے ظاہری پرہیز کے ساتھ فحش گفتگو سے اس کی کسر پوری کی جا رہی ہو، نیت تو صوم (خدا کی نافرمانی سے گریز) کی ہو لیکن گالیوں کے عمل سے اس نیت کو توڑا جا رہا ہو، خدا کے حکم پر زبان کو خشک اور حلق کو پیاسا تو کر دیا گیا ہو لیکن جھوٹ بول کر انہیں

اخلاقی غلاظتوں سے تراور سیراب کیا جا رہا ہو۔

وہ بات چیت جو عام زندگی میں حرام ہے وہ روزے کی حالت میں اور زیادہ حرام ہو جاتی ہے جیسے ایک فوجی کا کسی حکم کی تعمیل سے انکار کرنا تو ویسے ہی قابل گرفت ہے لیکن جنگ کی حالت میں کی گئی نافرمانی زیادہ قابل سرزنش ہوتی ہے۔ ممنوع کلام پر قابو پانے کے لیے چند ہدایات پر غور کریں۔ ایک تو یہ کہ بلا ضرورت بولنے سے گریز کریں اور خاموشی کو روزے کا ادب اور عبادت سمجھتے ہوئے گفتگو میں احتیاط کریں۔ بولنے سے پہلے توقف کریں اور ایک لمحے کے لیے سوچیں کہ آپ کیا کہنے والے ہیں؟ اگر وہ کسی کی برائی، کسی کا مذاق، کوئی جھوٹا کلام وغیرہ ہے تو رک جائیے اور اُس رب کا تصور کریں جس کے کہنے پر آپ نے بھوک کا درد اور پیاس کے کانٹے برداشت کیے ہیں اور یہ سوچیں کہ اس موقع پر زبان کی تالہ بندی اسی رب کا حکم ہے۔

دوسری ہدایت یہ کہ روزے کی حالت میں گناہ کے کلام کو اسی طرح حرام سمجھیے جس طرح کھانا اور پینا۔ کھانا پینا روزے کے ظاہر کو برباد کرتا ہے جبکہ فحش کلام اور غیبت وغیرہ روزے کے باطن کو تہس نہس کر ڈالتے ہیں۔ نوعیت کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں خدا کی معصیت (گناہ) ہیں۔ اس ضمن میں تیسری ہدایت یہ ہے کہ زبان کو خدا کی یاد سے تر رکھیں۔ یہی وہ موقع ہے کہ اللہ کو تمام عیوب سے پاک سمجھ کر اس کی تسبیح کی جائے، اس کی کاریگریوں کو دیکھ کر حمد و ثنا کے گن گائے جائیں، اس کی وفاداری کے ترانے پڑھے جائیں، اس کی رحمت کی چھاؤں اور مغفرت مانگی جائے۔ یہ ذکر بھی بد کلامی سے محفوظ رکھنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

آخری بات یہ کہ وہ مقام جہاں گناہ کی باتیں ہو رہی ہوں تبدیل کر لیا جائے کیونکہ بعض اوقات ماحول اور ساتھیوں کے آکسانے سے بھی بد کلامی سرزد ہو جاتی ہے۔

5۔ غصے کا غلبہ: روزے کی حالت میں اعصاب کی کمزوری اور بھوک پیاس کی شدت کی بنا پر چڑچڑاہٹ اور غصہ

طبیعت پر غالب آجاتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اپنے بچوں، بیوی اور ماتحتوں پر سختی کرتے اور ان پر چیخ پکار کے ذریعے

اپنی جھنجلاہٹ کا اظہار کرتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ غیض و غضب متعلقین اور ساتھیوں پر بھی برسنے لگتا ہے۔ چونکہ فریق ثانی بھی کچھ ایسی ہی کیفیات کا شکار ہوتا ہے لہذا بسوں میں مسافرین کے درمیان تو تو میں میں شروع ہو جاتی، سڑکوں پر ٹریفک جام ہو جاتا اور لوگوں میں گالم گلوچ اور بعض اوقات ہاتھ پائی کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔

مسلم شخصیت کو جانچنے کا کیو ایئر

- کیا آپ اسلام کے احکامات کو سوالات کی شکل میں معلوم کرنا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ جانتا چاہتے ہیں کہ آپ اسلامی احکامات پر کتنے فی صد عمل کرتے ہیں؟
- کیا آپ رمضان کے مہینے میں متعین طور پر اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں؟
- اسمان میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی "ہاں" ہے تو درج ذیل فلکس پر کلک کریں اور اس کیکیولیٹر کو ڈاؤن لوڈ کریں
- یہ کیکیولیٹر اسلامی تعلیمات پر مبنی ایک مکمل سوال نامہ ہے
- اس سوال نامے کا ہر سوال براہ راست قرآن یا سنت سے اخذ کیا گیا ہے جس کا حوالہ بھی موجود ہے۔
- بس آپ ہر سوال کے سامنے موجود پانچ خانوں میں سے مطلوبہ خانے میں "۱" لکھیں، یہ کیکیولیٹر متعین صورت میں آپ کا اسکور کیکیولیٹ کر دے گا۔

http://aqilkhans.wordpress.com/?attachment_id=541

<http://www.mubashirnazir.org/PD/Urdu/PU03-0058-Assessment.htm>

اس کا بنیادی سبب بھوک پیاس اور اعصابی کمزوری کے علاوہ غصہ کو درست سمجھنا ہے کہ میں تو روزے سے ہوں اور میرا حق ہے کہ میں یہ سب کچھ کروں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ روزے کے فلسفے کو یاد رکھا جائے کہ اس کا مقصد صبر کی تربیت دینا ہے۔ چنانچہ کسی بھی قسم کی اشتعال انگیزی اس تربیت میں ناکامی کی علامت ہے۔ اس کا علاج حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ روزے کو ایک ڈھال کی طرح استعمال کیا جائے۔ لہذا جس کا روزہ ہو وہ نہ تو بے حیائی کی باتیں کرے اور نہ ہی جہالت دکھائے۔ پھر بھی اگر کوئی گالی دے تو وہ کہہ دے کہ میرے بھائی میں روزے سے ہوں (بخاری و مسلم)

مزید یہ کہ غصے کی حالت میں مقام کی تبدیلی بھی کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔

۶۔ زبان کے چٹخارے: صبح سے شام تک بھوکا رہنے کی وجہ سے کھانے پینے کی چیزوں کی جانب رغبت بڑھ جاتی ہے۔

اس اشتہا کو مٹانے کے لیے نئے نئے کھانوں کا اہتمام، انواع و اقسام کے پکوان اور لاتعداد مشروبات کی تیاری میں وقت صرف کیا جاتا اور ان کا تصور کر کے روزے کا وقت کاٹا جاتا ہے۔ اس طرح رمضان میں بسیار خوری کے نتیجے میں

رمضان میں اکثر لوگوں کا وزن کم ہونے کی بجائے بڑھ جاتا ہے۔ وہ وقت جو جنت کی نعمتوں کی یاد میں گزرنا چاہئے تھا وہ

دنوی دسترخوانوں کی نظر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ تقویٰ اور صبر جو اس بھوک اور پیاس سے پیدا ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہوتا

اور نتیجے کے طور پر سطحی قسم کی لذتیں تو مل جاتی ہیں لیکن روزے کے ثمرات و فیوضات ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ اس

کا علاج یہ ہے کہ کھانا پینا ضرورت کے تحت ہو، مقصد نہ بن جائے۔ اس سلسلے میں بہت زیادہ اہتمام میں وقت ضائع

کرنا، اور لذتوں کی یاد میں گرفتار رہنا بالکل بھی مناسب نہیں۔ نیز اگر اس صورت حال میں آپ اپنے کھانے سے زیادہ

مستحقین اور دیگر افراد کو کھلانے کی فکر کریں تو چٹخاروں کی غیر ضروری رغبت سے نجات مل سکتی ہے۔

۷۔ وقت کاٹنے کی کوشش: چونکہ رمضان میں دفتر اور تعلیمی اداروں کی چھٹی جلد ہو جاتی ہے اس لیے لوگوں کو کافی

فارغ وقت دستیاب ہو جاتا ہے۔ لوگ اس وقت کو عبادات، اذکار اور خدا کی یاد میں لگانے کے بجائے ناول پڑھنے،

بلا مقصد انٹرنیٹ پر سرفنگ یا چیٹنگ کرنے، تاش اور دیگر گیمز کھیلنے یا ڈرامے اور فلمیں دیکھنے میں گزار دیتے ہیں۔ اس

عمل کے دوران بعض اوقات حدود سے تجاوز ہو جاتا اور روزے کی صحت پر اثر پڑ جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ

رمضان میں کچھ اہداف مقرر کر لیں۔ مثلاً پورے مہینے میں ایک قرآن ترجمے اور تفسیر سے پڑھنا ہے یا حدیث، سیرت

اور اسلامی موضوع پر کوئی کتاب ختم کرنی ہے۔ اور پھر اوقات مقرر کر کے اس پر سختی سے کاربند ہو جائیں۔ اسی طرح

فراغت کے اوقات میں قرآن یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روزمرہ کی دعاؤں کو یاد کرنے کی کوشش کریں۔ اسی

طرح خدا کی صناعت، اس کی قدرت، اس کی رحمت اور کائنات کے تنوع پر غور کر کے خدا کی معرفت بڑھانے کی کوشش

کریں۔

۸۔ ریاکاری یاد کھاوا: روزے کی آفتوں میں سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ روزہ گھر والوں یا دفتر کے ساتھیوں کو دکھانے کے لیے رکھا جائے۔ اصل میں دکھاوے کے علاوہ ایک اور عنصر خوف کا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اس قسم کے لوگوں کی اکثریت البتہ چوری چھپے کھانے پینے سے گریز کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں کچھ نہ کچھ خوفِ خدا ہوتا ہے لیکن اصل محرک لوگوں کی ملامت سے بچنا ہوتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ خدا کے حوالے سے یہ حقیقت ذہن میں تازہ کی جائے کہ اس کی ملامت لوگوں کی ملامت سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ پھر جب مشقت ہی اٹھانی ہے تو نیت میں ذرا سی تبدیلی کر لی جائے کہ میں یہ بھوک اور پیاس اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا پانے کے لیے برداشت کر رہا ہوں۔

ریاکاری کی ایک صورت یہ ہے کہ لوگ اپنے روزوں کا مختلف بہانوں سے ذکر کرتے ہیں کہ میرے تو پورے روزے جارہے ہیں یا آج کاروزہ تو بہت سخت ہے وغیرہ۔ اس قسم کی گفتگو کا محرک اگر دکھاوا ہے تو یہ روزے کے اجر کو کم یا ختم کر سکتی ہے۔ چنانچہ دل و دماغ میں روزے کی غایت خدا کی رضا ہی بٹھائی جائے اور لوگوں کی تحسین وصول کرنے کے بجائے زمین و آسمان کے اُس بادشاہ کی تحسین و داد وصول کرنے کی کوشش کی جائے جس کے ہاتھ میں تمام خزانے ہیں۔ اس کے علاوہ رمضان کے علاوہ نقلی روزے بھی رکھ کر انہیں لوگوں سے حتی الامکان چھپایا جائے تاکہ ریاکاری پر قابو پایا جاسکے۔

۹۔ نیت میں خرابی: کچھ لوگ رمضان کے روزے اس نیت سے رکھتے ہیں کہ وزن کم ہو جائے یا تیزابیت کم ہو یا دیگر بیماریوں کا علاج ہو جائے۔ یاد رکھیں کہ آپ جس لیے روزہ رکھیں گے تو وہی آپ کا نصیب ہے۔ لہذا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ وزن کم کرنے کو مقصود بناتے ہیں یا خدا کی بندگی کو۔

۹۔ قیام لیل: رمضان عبادت کا مہینہ ہے۔ یہ خدا کی طرف سے ڈسکاؤنٹ پر سیل

کا اعلان ہے جس میں جنت کی وسیع و عریض زمیں، اس کے گھنے باغات، اس کی اہلیتی ہوئی نہریں، اس کے عالیشان تخت، اس کے خوابناک بیڈرومز، اس کی معطر فضائیں اور نہ جانے کیا کیا کچھ انتہائی کم قیمت پر اس ماہ میں دستیاب ہوتا ہے ہو سکتا ہے کہ چند رات جگے ان نعمتوں کو آپ سے قریب کر دیں۔ اگر ہر رات جاگنا ممکن نہ ہو تو کم از کم ایک دن چھوڑ کر، یا پھر ویک اینڈ پر۔ اور آخری عشرہ تو بس لوٹ لینے کا عشرہ ہے گویا کہ دینے والے نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ سب کچھ ہی دے دے گا بس شرط یہ ہے کہ کوئی مانگنے والا تو ہو۔

رات جاگنے سے متعلق کئی غلط فہمیوں کو دور کرنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ تراویح کی نماز فرض نہیں بلکہ یہ تہجد ہی کی نماز ہے اور تمام مسالک کا اس پر اتفاق ہے بجز حنفی مسلک کے جو اس نماز کو سنت مؤکدہ سمجھتا ہے اور اس کے تارک کو گناہِ صغیرہ کا مرتکب قرار دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ حنفی مسلک کے تحت بھی اس نماز میں پورا قرآن سننا ضروری نہیں۔ مولانا شرف علی تھانوی نے اپنے آخری دنوں میں کسی اور امام سے اپنی مسجد میں نماز پڑھوائی تو ہدایت کی کہ پورے مہینے سورہ الم تر کیف سے ہی تراویح پڑھائی جائے (ماثر حکیم الامت: صفحہ ۹۵)۔ اس تمہید کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ کچھ لوگ تراویح کو روزے کا لازمی جزو اور اس کے ترک کو روزے کے فاسد ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔

دوبارہ اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ رات کس طرح جاگی جائے۔ اکثر لوگوں کو قرآن کی چھوٹی سورتیں یاد ہوتی ہیں لہذا وہ تہجد کی نماز چند منٹ میں پڑھ کر ہاتھ جھاڑ کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کچھ علما نماز کی حالت میں قرآن میں سے دیکھ کر پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس ذریعے سے مدد لی جاسکتی ہے۔ اسی طرح تہجد کی نماز ایک نفلی نماز ہے اور اس میں رکعتوں کی تعداد مختلف مکاتب فکر کے تحت گیارہ سے لے کر 40 تک ہے۔

رات جاگنے میں محض نماز پڑھنا ہی شامل نہیں۔ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا بھی اس کا حصہ ہے۔ اسی طرح خدا سے باتیں کرنا، اس سے اپنے دل کا حال کہنا، کبھی مکان، جلداد، صحت اور اولاد کی مادی سطح سے بلند ہو کر اس سے دعائیں کرنا، اس کی پاکی بیان کرنا، اس کی حمد کرنا وغیرہ بھی اس کا حصہ ہے۔ اس سلسلے میں دعاؤں کی کتاب حصن حصین کو سامنے رکھ کر نبی کریم ﷺ کے الفاظ سے بھی مناجات کی جاسکتی ہے۔

۱۰۔ دیگر ہدایات:

ا۔ روزہ میں دیگر کوتاہیوں میں بے شمار چیزیں آسکتی ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ البتہ اتنا یاد رکھیں کہ ہر گناہ خدا سے دور کرتا اور ہر اچھا عمل خدا کے قریب کرتا ہے۔ وہ بھوک و پیاس کسی کام کی نہیں جس کے ساتھ ساتھ گناہوں کا سلسلہ بھی چلتا رہے اور خدا سے دوری کا سبب بن جائے۔

ب۔ اپنا احتساب کریں، اپنی کمزوریوں کو جانیں اور انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔ اس ضمن میں تزکیہ نفس کے سلسلے میں تیار کردہ سوال نامے۔۔ اپنا احتساب کیجئے سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

ج۔ یہ دیکھیں کہ پچھلے رمضان سے اس رمضان تک کیا کوتاہیاں اور نافرمانیاں سرزد ہوئیں۔ ان پر اللہ سے معافی مانگیں اور آئندہ ان سے بچنے کا عہد کریں۔

د۔ حقوق العباد کا خاص خیال رکھیں خاص طور پر دل کھول کر اللہ کی راہ میں خرچ کریں کیونکہ جو اللہ کی راہ میں خرچ ہو گیا وہی درحقیقت بچ گیا اور جو بچ گیا اور جو بچ گیا وہی اصل میں آخرت میں پہنچنے سے رہ گیا۔

<http://aqilkhans.wordpress.com>

aqilkhans@gamil.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوتھا مضمون۔ حج کی مشکلات و علاج

از پروفیسر محمد عقیل

حج کے لغوی معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ ارکانِ اسلام میں حج پانچواں اہم رکن ہے۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح حج کا انکار کرنے والا شخص بھی اسلام کے دائرے سے باہر سمجھا جاتا ہے اور اس مسئلے پر امت میں کوئی اختلاف نہیں۔ حج زندگی میں ایک بار ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو اسکی استطاعت رکھتا ہو۔

حج کی فرضیت: حج کی فرضیت اور اہمیت قرآن و حدیث میں بڑی واضح الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ قرآن میں اللہ نے حکم دیا ”جو استطاعت رکھے اس پر اس گھر کا حج فرض ہے اور جو کوئی انکار (کفر) کرے تو اللہ عالم والوں سے بے پروا ہے“ (آل عمران: ۹۷)۔ اسی طرح ایک حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ توحید و رسالت، نماز کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا“ (بخاری۔ کتاب الایمان: حدیث ۸)۔ حضرت عمر کا قول ہے ”جو شخص وسعت اور پر امن راستے کے باوجود حج نہیں کرتا اور مرتا ہے تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر“ (سنن کبریٰ بیہقی: ۴-۳۳۴)۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے کہ ”جو استطاعت کے باوجود حج نہ کرے اس کے لئے یہ برابر ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر“ (سنن ترمذی: حدیث ۸۱۲)۔ لہذا حج استطاعت کے باوجود نہ کرنے کا نتیجہ کفر کی شکل میں نکل سکتا ہے۔

عمرے کی حیثیت: جہاں تک عمرے کا تعلق ہے تو یہ ایک نفلی عبادت ہے اور کوئی اگر استطاعت کے باوجود ساری عمر عمرہ نہ کرے تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں

حج و عمرے کی فضیلت: احادیث میں حج کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”حج اور عمرہ کرو کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے“ (مشکوٰۃ جلد اول: ۲۰-۲۴۱۰) جبکہ ”حج مبرور کا بدلہ توجنت کے سوا کچھ نہیں“ (مشفق علیہ)۔ اسی طرح

ارشاد فرمایا کہ ” جو شخص اللہ کے لئے حج کرے، اپنی عورت سے صحبت کی باتیں نہ کرے اور گناہ سے گریز کرے وہ واپسی پر گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر آتا ہے جیسے آج ہی اسکی ماں نے جنا ہو“ (مشکوٰۃ جلد اول: ۳-۲۳۹۳)۔

حج بارے میں لوگوں کا رویہ: حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔ شریعت نے ”استطاعت“ کی تخصیص نہیں کی۔ اس کا تعلق ہر فرد کے اپنے حالات سے ہے۔ کہیں استطاعت کا مطلب محض سواری اور زادِ راہ (کے لئے مال) کا بندوبست ہے تو کہیں یہ امن و امان، صحت اور دیگر لوازمات پر منحصر ہے۔ لیکن حج کی استطاعت کا تعین کرنا کوئی الجبرا کا مشکل سوال نہیں کہ حل نہ ہو سکتا ہو۔ ہر صاحب شعور شخص یہ آسانی سے معلوم کر سکتا ہے کہ اس پر حج فرض ہے یا نہیں۔ اس ضمن میں اہل علم حضرات سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

ہماری سوسائٹی میں دو قسم کے افراد پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو حج کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ استطاعت کے اسباب پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ سے دعا کرتے رہیں اور حج کی نیت رکھیں۔ ممکن ہے اللہ کوئی راستہ نکال دے۔ باقی وہ لوگ جو استطاعت رکھنے کے باوجود محض سستی، خوف، کنجوسی، لاپرواہی یا دیگر بہانوں سے تاخیر کر رہے ہیں وہ اپنے ایمان کا از سر نو جائزہ لیں۔ وہ یہ جانیں کہ حج کی دین میں کیا اہمیت ہے، اور ایک دن آنے والا ہے جب وہ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر حج نہ کرنے کا عذر بیان کریں گے اور اگر اللہ نے وہ عذر تسلیم نہ کیا تو انجام کیا ہوگا۔

حج و عمرہ کا مختصر طریقہ: حج اور عمرہ ان عبادات میں سے ہیں جو عموماً زندگی میں ایک ہی مرتبہ کی جاتی ہیں۔ چنانچہ انکی ادائیگی کا طریقہء کار یاد رکھنا ایک مشکل کام ہے۔ عمرہ کا طریقہ یہ ہے کہ عمرے کی نیت سے میقات سے باہر احرام باندھ کر تلبیہ کہتے ہوئے مکے کی طرف کوچ کیا جائے۔ بیت اللہ کے سات چکر لگا کر صفا و مروہ کی سعی کی جائے پھر بال کٹوا کر احرام اتار دیا جائے۔

دوسری جانب حج ذوالحج کے مہینے کی ۸ تاریخ سے شروع ہوتا اور ۲ تاریخ تک جاری رہتا ہے۔ ابتدا اسی طرح احرام باندھ کر ہوتی ہے۔ ۸ ذوالحج کو منیٰ میں قیام، ۹ کو عرفات کا وقوف، مغرب پر مزدلفہ روانگی اور وہاں رات کا قیام، ۱۰ کو منیٰ روانگی اور جمرہ عقبہ کی سنگباری، قربانی، اور پھر سر منڈھوا کر یا قصر کر کے احرام اتار دینا۔ ۱۱ اور ۱۲ (اور اگر چاہیں تو ۱۳

ذوالحجہ کی تاریخوں میں منیٰ میں قیام اور بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی۔ ان اراکین کی فقہی تفصیل دیگر کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حج اور عمرہ کا فلسفہ و مقصد:

حج اور عمرہ کے اس ظاہری پہلو کے علاوہ اس کا ایک باطنی رخ بھی ہے جس سے ہمارے علماء عام طور پر صرف نظر کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ معترضین کے طنز و تشنیع کی صورت میں نکلتا ہے کہ حج اور ہندو یا ترائیں (نعوذ باللہ) کوئی فرق نہیں، یا یہ عمل وقت اور پیسوں کا ضیاع ہے وغیرہ۔ ذیل میں اراکین اور شعائر حج کے فلسفے پر روشنی ڈالی جا رہی ہے تاکہ اصل مقصود سامنے رہے۔

۱۔ فطرت کی جانب واپسی:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی پسندیدہ فطرت پر پیدا کیا ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پر گناہوں کی گرد جمننا شروع ہو جاتی ہے اور اگر اس کا تدارک نہ کیا جائے تو فطرت مکمل طور پر اگندگی کا شکار ہو جاتی ہے۔ حج کا بنیادی مقصد انسان کو روحانی تطہیر کا ایک موقع فراہم کرنا ہے تاکہ وہ گناہوں سے پاک ہو کر اپنی اصل فطرت پر لوٹ آئے۔

۲۔ عبادات کا پیکیج

اللہ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور حج بہت سی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں نماز، انفاق، ہجرت، بھوک و پیاس، مجاہدہ، جہاد، زہد و دورویشی، قربانی، صبر، شکر سب شامل ہیں۔ حج ان تمام عبادات کا ایک ایسا پیکیج فراہم کرتا ہے جو انسان کی روحانی بیماریوں کے لئے اکسیر کا کام کرتا ہے۔

۳۔ ابلیس کے خلاف جنگ

اسی طرح حج مومن کو اسکے ازلی دشمن ابلیس کے خلاف تمثیلی جنگ میں برسرِ پیکار کرتا ہے۔ وہ ابلیس جس نے انسان کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اسے حقیر سمجھا، جنت سے نکلوایا اور پھر دنیا میں گھات لگا کر بیٹھ گیا تاکہ اسے اپنے رب کے سامنے نااہل اور ناکام ثابت کر دے۔ حج اسی ازلی اور دشمن کی شناخت کرتا، اسکے چیلنج کی یاد دلاتا اور اس کو سنگسار کر کے طاغوتی رغبات کو کچلنے کا درس دیتا ہے۔

۴۔ اسلامی شعائر سے آگاہی

حج اور عمرہ کا ایک اور مقصد امت مسلمہ کو اس کے مرکز، تاریخ اور شعائر سے آگاہ کرنا ہے۔ شعائر جمع سے شعیرہ کی جس کا مطلب نشانی، علامت اور یادگار ہے۔ ایک بندہ مومن اپنے محبوب خدا کی نشانیوں سے محبت کرتا، انکی تکریم کرتا اور ان کے پیچھے خدا کو محسوس کر کے جذبہ پرستش کو تسکین دیتا ہے۔ چنانچہ بیت اللہ دیکھ کر وہ خدا کی ہیبت، اسکی انوار و تجلیات اور اسکی رحمتوں کا مشاہدہ کرتا اور پروانے کی مانند چکر لگاتا ہے۔ حجر اسود کو خدا کا ہاتھ سمجھتے ہوئے اسکا بوسہ دیتا اور تجدید عہد کرتا ہے۔ ملتزم کو خدا کے گھر کی چوکھٹ گردانتے ہوئے اس سے بھکاری کی مانند چمٹ جاتا ہے۔ صفا و مروہ کے چکر کاٹنا اور خاندان ابراہیم کی سعی (کوشش) کی یاد تازہ کرتا ہے۔

۵۔ تاریخ سے واقفیت

حج اور عمرے کے ذریعے امت مسلمہ کی ہر نسل اپنے اسلاف کے کارناموں اور انکے تاریخی ورثے سے روشناس ہوتی رہتی ہے کہ کس طرح ابراہیمؑ نے اپنے رب کے اشارے پر اپنی بیوی اور بچے کو ایک بنجر وادی میں بسایا، اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی سعی کی، کعبہ تعمیر کیا، لوگوں کو حج کی جانب بلا یا، اور مکہ کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کی دعا کی۔ اسی طرح مکے کی پہاڑیاں خدا کے آخری پیغمبر ﷺ اور انکے جاں نثار ساتھیوں کی جدوجہد، قربانیوں، ان پر ہونے والے مظالم اور آخر میں انکی ہجرت کی داستان بیان کرتی ہیں۔

۶۔ روحانیت

حج کا ایک اور مقصد تقویٰ کا حصول، دنیا سے دوری اور روحانیت کو فروغ دینا ہے۔ بندہ اپنے رب کی رضا کے لئے دنیا کی زینت کو خود پر حرام کر لیتا ہے۔ وہ اپنا میل کچیل دور نہیں کرتا، ناخن نہیں کاٹتا، جائز جنسی امور سے گریز کرتا، مختصر لباس زیب تن کرتا، برہنہ پا اور ننگے سر ہو کر روحانی مدارج طے کرتا اور خدا کا تقرب حاصل کرتا ہے۔

ارکان حج کا فلسفہ: ذیل میں حج کے ہر رکن کا انفرادی مقصد اور فلسفہ بیان پیش خدمت ہے تاکہ ہر حج کرنے والا شعوری طور پر آگاہ رہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

۱۔ احرام: حج درحقیقت شیطان کے خلاف ایک تمثیلی جنگ کا اظہار ہے۔ چنانچہ بندہ مومن جب شیطان سے برسر پیکار ہونے کے لئے اپنے رب کی پکار سنتا ہے تو ان سلعے کپڑوں کی وردی زیب تن کر لیتا ہے۔ یہ احرام اس بات کی

علامت ہے اس پر اب تمام جائز زیب و زینت، شہوانی لذت اور دنیا سے قربت کی ہر علامت حرام ہے یہاں تک کہ وہ اپنے دشمن ابلیس پر سنگباری کر کے اسے مسمار نہ کر دے

۲- تلبیہ: اپنے کمانڈر کے بلاوے پر بندہ برہنہ پایہ کہتے ہوئے نکل کھڑا ہوا کہ اے رب میں حاضر ہوں، حاضر ہوں کہ تیرا کوئی شریک نہیں، تعریف تیرے ہی لئے، نعمت تیری ہی ہے اور تیری ہی بادشاہی ہے جس میں تیرا کوئی شریک نہیں۔ یہ ترانہ پڑھتے ہوئے اپنی وفاداری کا اظہار کرتا، شیطان کی دعوت کا انکار کرتا، اپنا مورال بلند کرتا، اور یقینی فتح کے نشے میں جھومتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔

۳- حدود حرم: اب یہ مجاہد حرم کی حدود میں داخل ہوا چاہتا ہے۔ مکہ کے ارد گرد کے متعین علاقے کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے۔ حرم کا مطلب ہے حرمت والی جگہ۔ یہ حدود حرم بادشاہ سے قربت کی علامت ہے۔ جب ایک شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے تو اس کا پورا وجود انتہائی ادب اور احترام کی تصویر پیش کرتا ہے۔ نگاہیں نیچی، اعضا ساکن، ہاتھ بندھے ہوئے اور چہرے پر سنجیدگی۔ گویا ہر عضو یہ کہ رہا ہے کہ سرکار میں آپ کا تابعدار اور وفادار ہوں۔ اس دربار میں جماہی بھی گستاخی سمجھی جاتی اور معمولی غلطی بھی کڑی سزا کا پیغام بن جاتی ہے۔ یہ حرم بادشاہوں کے باشاہ کا دربار ہے۔ اس دربار کا اپنا پروٹوکول ہے۔ یہاں لمحوں کی غلطی ابدی سزا کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔ اس دربار میں معصیت بدرجہ اولیٰ حرام ہو جاتی اور کچھ جائز امور پر اضافی پابندی لگ جاتی ہے۔ مثلاً یہاں حکم ہے کہ ادب پیش نظر رہے، خیالات پاکیزہ ہوں، کسی جاندار نہ مارا جائے، کسی پتے یا گھاس کو نہیں توڑا جائے اور کسی کو ایذا نہ پہنچائی جائے۔

۴- منیٰ میں قیام: ۸ ذوالحجہ کو یہ سرفروش دیگر مجاہدین کے ساتھ ایک میدان میں پڑاؤ ڈالتا ہے جہاں دشمن سے مقابلے کی تیاری کرنی ہے۔ یہاں وہ اپنے رب کی حمد و ثنا کرتا، اس سے مقابلے میں کامیابی کی بھیک مانگتا، اس سے راہ نمائی طلب کرتا اور ماضی کی کوتاہیوں پر نادم ہو کر مغفرت کا طلب گار ہوتا ہے۔ یہاں یہ اپنے تقویٰ، صبر، استقامت اور نفس کشی کے ہتھیار تیز کرتا ہے تاکہ اگلے محاذ پر کوئی دقت نہ ہو۔

۵- عرفات کا وقوف: اگلے دن یہ کفن پوش مجاہد ایک کھلے میدان میں پہنچ کر دشمن پر اپنی طاقت کا اظہار کرتا اور اپنے امام کا خطبہ سنتا ہے جو اس تمثیلی جنگ میں انہیں آگاہ کرتا ہے کہ ان کے رب کا کیا حکم ہے اور دشمن کس طرح سے گھات لگا کر بیٹھا ہے؟ عرفات یہ سبق دیتا ہے کہ کڑی دھوپ میں بھی ہمت نہیں ہارنی، حوصلے پست نہیں کرنے بلکہ

اس ازلی دشمن کو یہ بتانا ہے اسکی شکست میں ہی ہماری زندگی ہے۔ آج اس نفس کو مشقت کا عادی نہ بنایا تو کل شیطان کا پلہ بھاری ہوگا پھر وہ آرام طلب نفس کو اپنی مرضی سے چلائے گا اور یہ انسان گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جائے گا۔

۶۔ شبِ مزدلفہ: دشمن سے ڈبھیڑ ہونے میں بس اب ایک رات باقی ہے۔ چنانچہ عرفات کے میدان سے اگلے مورچے پر پڑاؤ ڈالا جاتا ہے۔ اوپر کھلا آسمان ہے، نیچے کوئی بستر نہیں۔ مگر کیا ہوا؟ چند لمحوں کی بات ہے پھر یہ شیطان اور نفس کے خلاف معرکہ آرائی ختم ہوگی اور یہ مجاہد خدا کے انعام سے سرفراز ہوگا۔ مزدلفہ کے میدان میں پہنچ کر تھکن بہت ہوگئی۔ کچھ دیر سستا کر یہ حوصلہ مند مجاہد اگلے دن دشمن پر جھپٹنے کے لئے تازہ دم ہوتا ہے۔

۷۔ رمی: صبح ہوگئی اور تاریکی ختم ہوئی۔ اس طرح قیامت کی صبح بھی ہوگی اور ظلم و عدوان کے اندھیرے مٹ جائیں گے۔ آج گھمسان کارن پڑنے والا ہے۔ آج وہ دشمن سامنے ہے جس نے ہمارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا، ان سے پوشاکیں چھین لیں، ہابیل و قابیل کو لڑوایا، اور پھر کثیر خلقت کو شرک، زنا اور قتل پر اکسا کر خدا کی راہ سے برگشتہ کر دیا۔

آج یہ حاجی اسی راہ پر ہے جہاں چار ہزار سال قبل ابراہیمؑ تھے۔ جب انہوں نے اسماعیلؑ کو لیا اور اسے قربان کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ اسی اثنا میں ابلیس آدھمکا اور ابراہیمؑ کے کان میں سرگوشی کی کہ پاگل ہوئے ہو؟ کیا اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرو گے؟ ابراہیمؑ نے اس پر سنگباری کی اور دھتکار دیا۔ آج اس بندے نے بھی شیطانی وسوسوں سے مغلوب نہیں ہونا بلکہ اسے سنگسار کر کے طاعوت کا انکار کرنا ہے۔ جب کنکریاں ماردی گئیں تو تلبیہ ختم ہو ا کیونکہ شیطان کی ناک رگڑی جا چکی اور رحمان کا بول بالا ہوا۔

۸۔ قربانی: ہر حاجی ابراہیمؑ تو نہیں کہ اپنی اولاد کو قربان کرنے کی ہمت کر پائے۔ البتہ جانور کی قربانی علامتی اظہار ہے کہ وقت پڑنے پر یہ اپنی جان، اپنا مال، اپنی اولاد اور سب کچھ خدا کے قدموں میں نچھاور کر دے گا۔ کیونکہ خدا تو وہ ہے جس کے قبضے میں زمین کے سارے خزانے اور آسمان کی تمام دولتیں ہیں، وہی اولاد دیتا اور چھینتا ہے، یہ سانسیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔ اگر وہ مال یا جان میں سے کوئی حصہ مانگے تو اپنی دی ہوئی چیز ہی مانگ رہا ہے۔ پھر اگر وہ آزمائش کے لئے کچھ چھین لیتا ہے تو اس دنیا اور آخرت میں کئی گنا عطا کر دیتا ہے۔ آج کی قربانی میں حاجی نفس کے ہر اس تقاضے پر چھری پھیر دیتا ہے جو اسے خدا سے دور اور شیطان کے قریب کرے۔

۹۔ حلق: زمانہ قدیم میں جب لوگوں کو غلام بنایا جاتا تو ان کا سر مونڈ دیا جاتا تھا جو اس بات کی تعبیر ہوتی کہ یہ کسی کا غلام ہے۔ حاجی نے علامتی طور پر غلامی کے لوازمات پورے کر دیئے ہیں لہذا یہ بھی اپنا سر منڈا کر خدا کی غلامی کی تجدید کرتا اور ہمیشہ اسی کا وفادار رہنے کا عہد کرتا ہے کہ وہ ہر سرد و گرم، دھوپ اور چھاؤں، فقر و امارت، تنگی و آسانی پر راضی رہے گا کیونکہ وفادار غلاموں کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔

۱۰۔ احرام اتارنا: احرام باندھنا دنیا سے لا تعلقی کی علامت تھی۔ اب اس علامتی جنگی مشق کے بعد دوبارہ اس دنیا میں واپسی کا سفر شروع کرنا ہے جہاں شیطان بھی ہے اور نفس بھی۔ امید ہے خدا کی نصرت سے اس دنیا کی جنگ میں بھی کامیابی ملے گی۔ چنانچہ حاجی دنیا میں واپسی کی ابتدا سر منڈا کر کرتا ہے۔ پھر وہ میل کچیل دور کر کے غسل کرتا، ناخن تراشتا، خوشبو لگاتا اور خدا کی بڑائی بیان کرتے ہوئے بیت اللہ کی طرف دوڑتا ہے جہاں ایک پروانے نے شمع پر جان نثار کرنی ہے۔

۱۱۔ طواف: خانہ کعبہ وہ پہلا گھر ہے جسے اللہ نے عبادت کے لئے تعمیر کیا۔ بعد میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام نے اللہ کے حکم سے اس کی تعمیر نو کی۔ ایک تحقیق کے مطابق یہودیوں کا بھی یہی قبلہ تھا اور بیت المقدس کا رخ کعبہ کی طرف ہی تھا۔ بعد میں یہودیوں نے تحریف کر کے کعبہ کا ذکر ہی بائبل سے غائب کر دیا۔ طواف کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانوں کی روایت تھی کہ قربانی کے جانور کو معبد (عبادت گاہ) کے گرد پھیرے دلوائے جاتے تھے جس سے معبد کی عظمت اور قربانی کے ثمرات کا استحضار ہوتا تھا۔ طواف اسی روایت کا علامتی اظہار ہے۔

اب یہ سرفروش کعبہ کے سامنے کھڑا ہے جو خدا کے جلال، اسکی عظمت، اسکی ہیبت اور اسکے انوار و تجلیات کا مرکز ہے۔ یہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے تیار کے لئے بے تاب ہے تاکہ وہ اپنی خواہشات، رغبات، شہوات، مفادات اور تعصبات کو خدا کی رضا اور اس کے حکم پر قربان کرنے کا اظہار کر سکے۔ ہر چکر پر حجر اسود کا بوسہ یا استلام در حقیقت اپنا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں دینے کی تعبیر ہے تاکہ اللہ سے کئے ہوئے عہد کی تجدید کی جاسکے۔

۱۲۔ سعی: سعی کے لغوی معنی کوشش کے ہیں۔ مسلمانوں کی معروف روایات کے مطابق سعی حضرت حاجرہؑ کی اضطرابی کیفیت کی نقالی ہے جو انہوں نے پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑ کر کی۔ لیکن دیگر

علماء کی تحقیق کے مطابق حضرت ابراہیمؑ جب حضرت اسمعیلؑ کو قربان کرنے کے لئے صفا پر پہنچ کر آگے بڑھے تو شیطان نے حکم عدولی کے لئے وسوسہ ڈالا۔ اس وسوسے کے برخلاف وہ حکم کی تعمیل کے لئے تیزی دوڑے اور مروہ پر پہنچ کر لختِ جگر خدا کے قدموں میں ڈال دیا۔ بہر حال سعی شیطان کی ترغیب سے بھاگنے اور خدا کی رضا کی جانب دوڑنے کا نام ہے۔

۱۳۔ منیٰ میں دوبارہ قیام اور رمی: ۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ کو منیٰ کی وادی میں دوبارہ خیمہ زن ہوا جاتا ہے جہاں اس جہاد کا اگلا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ یہاں حاجی خدا کی بڑائی بیان کرتا، اسکی حمد کرتا، اس سے اپنی محبت کا والہانہ اظہار کرتا اور اسکی یاد سے دل کے سوتے تر کرتا ہے۔ یہاں اس نے قیام کرنا اور تینوں جمرات (شیطانوں) کو سنگسار کرنا ہے۔ اس قیام کا فلسفہ یہی ہے ابھی جنگ جاری ہے اور شیطان اور نفس کے خلاف جدوجہد کوئی ایک دن کا کام نہیں بلکہ یہ عمل پیہم ہے۔

۱۲ یا ۱۳ ذوالحجہ کے بعد حج ختم ہوا۔ گناہوں سے آزادی کے بعد بندہ اپنی فطرت پر واپس آچکا ہے جس طرح وہ اپنی پیدائش کے وقت تھا۔ اب وہ تربیت حاصل کر چکا ہے کہ کس طرح عملی دنیا میں شیطان اور نفس کے خلاف جنگ کرنی ہے۔

۱۴۔ طوافِ وداع: حرم کی حدود سے نکلنے کے لئے بیت اللہ کا طواف کرنا ہے جو بادشاہ کے دربار کا الوداعی سلام ہے۔ یہ طواف جو ایک مرتبہ پھر اپنی قربانی کے وعدے کی تجدید ہے۔

حج کا طریقہ

<http://wp.me/aX8P5-2t>

حج کی آفات اور ان کا علاج

حج کا بنیادی مقصد جیسا کہ بیان کیا گیا معصیت کی زندگی سے آزادی اور روحانی امراض سے نجات ہے۔ لیکن اکثر حاجی اس مقصد کو حاصل کرنے کامیاب نہیں ہو پاتے اور وہ گئے تو شیطان کو شکست دینے تھے لیکن خود ہی ہار کے آجاتے ہیں۔ اس کا ثبوت حج کے بعد شروع ہونے والی بے روح زندگی سے ملتا ہے۔ حج کی برکتیں سمیٹنے کے لئے یہ ضروری ہے

کہ شیطان اور نفس کے فریب سے آگاہی حاصل کر کے اس سے نبرد آزما ہونے کی بھرپور کوشش کریں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آفات کو سمجھنا اور ان سے نبٹنا ضروری ہے۔

۱۔ نیت کی آفت ۲۔ شہوانی امور میں ملوث ہونا ۳۔ فسق و فجور یعنی گناہ کے کام ۴۔ لڑائی جھگڑے کا رجحان ۵۔ اللہ کے شعائر کی بے حرمتی ۶۔ بازاروں کا طواف ۷۔ دعا کی روح سے محرومی ۸۔ ظاہری فقہ میں اشتغال ۹۔ زیارت مدینہ کی آفات ۱۰۔ دنیا میں واپسی

۱۔ نیت کی خرابی:

ہر عمل کا دار و مدار نیت پر ہے۔ حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے وقت دل میں یہ نیت نہ ہو کہ شاپنگ کرنی ہے، سعودی عرب کی تفریح کرنی ہے، نام کے ساتھ حاجی لگوانا یا لوگوں پر دھاک بٹھا کر مرعوب کرنا ہے۔ بلکہ اپنی نیت کو خالص کرتے ہوئے محض خدا کی خوشنودی کو پیش نظر رکھیں کہ اللہ راضی ہو جائے اور وہ خوش ہو کر گناہوں کو مٹا دے، اپنی جنت لکھ میرے نام کر دے اور جہنم سے آزادی کا پروانہ جاری کر دے۔ یاد رکھیں اس سفر میں آپ کو وہی ملے گا جس کی آپ تمنا کی۔

۲۔ شہوانی امور میں ملوث ہونا:

حج اور عمرہ میں جائز جنسی تعلق پر بھی پابندی لگ جاتی ہے یہاں تک کہ میاں بیوی کا شہوت کی باتیں کرنا بھی ممنوع ہے۔ بالعموم لوگ اس کا خیال رکھتے ہیں لیکن بھول چوک ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ میاں بیوی کے تعلقات میں احتیاط کے لئے بہتر ہے کہ مخصوص دنوں میں علحیدہ سونے کا انتظام کیا جائے۔ اور گفتگو میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ دوران حج اور بالخصوص طواف میں نامحرموں سے اختلاط کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ جب مختلف قومیتوں کے مرد اور خواتین کھلے چہرے کے ساتھ نظر آتے ہیں تو نگاہیں قابو میں نہیں رہتیں۔ دوسری جانب طواف کے دوران رش میں نامحرموں کے آپس میں ٹکرانے کے امکانات بھی بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن گناہ یہ نہیں کہ نامحرم پر نظر بالکل نہ پڑے بلکہ معصیت یہ ہے کہ ارادتاً نظر ڈالی جائے، یا نظر پڑ جانے پر لذت حاصل کی جائے یا بدن ٹکرانے پر محظوظ ہو جائے۔ یاد رہے کہ آپ خدا کے دربار میں موجود ہیں اور یہ تو بڑی دیدہ دلیری ہے کہ بادشاہ کی آنکھوں کے سامنے بے حیائی اور بے شرمی برتی جائے۔ اس کا علاج یہ ہے آنکھوں کو قابو رکھا جائے، نظر پڑنے پر اسے فوراً ہٹا لیا جائے۔ کہ خیالات کو پاکیزہ

رکھا جائے اور طواف میں ٹکراؤ سے بچنے کے لئے احتیاط برتی جائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ہر لمحہ اللہ کی یاد دل میں رکھی جائے کہ وہ میرے سامنے موجود ہے، اس کا گھر میری نگاہوں میں ہے، اور وہ دلوں کے بھید بھی جان لیتا ہے۔

۳۔ فسق و فجور یعنی گناہ کے کام:

ہر چھوٹا یا بڑا گناہ خدا کی حکم عدولی ہے لیکن حرم کی حدود میں تو بے ادبی بھی گوارا نہیں چہ جائیکہ گناہ کی گنجائش ہو۔ عام طور پر جو گناہ سر زد ہوتے ہیں ان میں غیبت، چغلی، بد کلامی، جھوٹ، ایذا رسانی، بد نگاہی، چوری، بددیانتی اور اللہ کے شعائر کی بے حرمتی شامل ہیں۔ جہاں تک کلام سے متعلق گناہوں کا تعلق ہے تو اس کا سبب بے احتیاطی ہے۔ چنانچہ کم گوئی، سوچ کر بولنے کی عادت اور ذکر اللہ کی کثرت سے زبان کو گناہوں سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ جبکہ چوری اور دیگر گناہوں کا سبب ایمان کی کمزوری ہے جس کا علاج اچھے اہل علم کی صحبت اور قرآن کا تدبر سے مطالعہ ہے۔

۴۔ لڑائی جھگڑا:

اس اجتماعی عبادت میں بارہا مواقع آتے ہیں جب ایک دوسرے سے ٹکرا اور لڑائی جھگڑا ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ طواف اور رمی کے دوران رش کی زیادتی، منی میں جگہ کی تنگی اور بیت الخلا کی تعداد میں کمی، بسوں میں تکلیف اور ٹریفک جام وغیرہ وہ امور ہیں جو چڑچڑاہٹ، غصہ اور بالآخر فساد کی بنیاد بن جاتے ہیں۔ اس کا اصولی علاج تو یہ ہے کہ شیطانی وسوسوں اور نفس کے تقاضوں پر صبر اور تحمل سے کام لیا جائے۔ دوسرا یہ کہ فساد کے اسباب سے ہر صورت اجتناب برتا جائے مثال کے طور پر طواف میں دوسروں کے دھکوں اور تکلیف پر صبر اور عفو در گذر اختیار کرتے ہوئے اللہ سے اجر کی امید رکھیں۔ حجر اسود، ملترزم اور حطیم تک پہنچنے کی ایسی کوشش نہ کریں جو لوگوں کو دھکادینے یا اذیت کا سبب بنے کیونکہ دوسروں کو اذیت دینا حرام اور حجر اسود کا بوسہ نفل ہے۔ لہذا ایک نفل کے لئے حرام کام کرنا کوئی نیکی نہیں۔ اسی طرح مقام ابراہیم یا مطاف میں طواف کے نفل رش کے اوقات میں پڑھنے سے گریز کریں۔

کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے حجر اسود کو بوسہ نہ دیا، حطیم میں نماز نہ پڑھی، ملترزم سے نہ چمٹے تو ان کا حج ادھورا رہ جائے گا یا کم از کم وہ اس کے عظیم اجر سے محروم رہ جائیں گے۔ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ دوسروں کو تکلیف سے بچانے کے لئے بوسے کی جگہ استلام زیادہ اجر کا باعث ہے۔ اسی طرح سینکڑوں لوگوں کو دھکادے کر ملترزم سے چمٹنے کی بجائے ملترزم کو دور سے دیکھ کر مانگی گئی دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہے۔

منی میں قیام کے دوران جگہ کی تنگی ہوتی ہے چنانچہ ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بھائی کے لئے اپنا حق بھی چھوڑنے کا پر آمادہ ہو جائیں۔ ہاتھ رومز میں بہت رش ہوتا اور لائسنس لمبی ہوتی ہیں۔ چنانچہ لائن میں کھڑے ہو کر بددیانتی یا بے صبری نہ کریں، نیز کم سے کم کھانے پینے کو ترجیح دیں تاکہ زیادہ ہاتھ روم نہ جانا پڑے۔ بسوں میں سفر کے دوران بھی اسی ایثار، ہمدردی اور صبر کا مظاہرہ کریں۔

اسی طرح عرفات سے مزدلفہ جاتے وقت لوگ راستوں میں ہی بیٹھنا شروع ہو جاتے ہیں جس پیچھے آنے والے لوگوں کو شدید تکلیف ہوتی ہے اور تصادم کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ گذرگاہ میں ہر گز نہ بیٹھیں خواہ آپ کو کتنا ہی پیدل کیوں نہ چلنا پڑے۔

۵۔ اللہ کے شعائر اور حدود کی بے حرمتی:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ مکہ حرم ہے جہاں چند جائز کام بھی حرام ہو جاتے اور ناجائز امور کی کراہیت تو بدرجہ اولیٰ بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح خانہ کعبہ، حجرِ اسود، مسجد الحرام، صفا اور مروہ وغیرہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ان کا احترام، تعظیم اور تکریم کرنا فرض ہے۔ لیکن عمومی طور پر مسلمانوں کا رویہ کچھ مناسب نہیں۔ مسجد الحرام میں نمازوں کے اوقات کے علاوہ ایک شور کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ اسی طرح مسجد میں دنیاوی باتیں، موبائل کی بے ہودہ ٹیونز کا استعمال، کھانا، پینا، سونا اور کعبہ کی طرف ٹانگیں کرنا ایک معمول ہے۔ دوسری جانب کچھ لوگ آپ زمرم سے ناک صاف کرتے، وضو بناتے اور بعض اوقات غسل تک کر کے گندگی پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ حج یا عمرے پر جانے سے پہلے تربیت حاصل کی جائے اور خدا کی نشانیوں کی ہیبت دل میں رکھی جائے ورنہ اس سفر کے ثمرات کے ضایع ہونے کا اندیشہ ہے۔

۶۔ بازاروں کا طواف:

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی حدود سے باہر نکلتے ہی بازار شروع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ حج اور عمرے میں فراغت بہت ہوتی ہے لہذا لوگ نمازوں سے فارغ ہوتے ہی بازاروں کا رخ کرتے ہیں۔ کچھ لوگ تو اپنے وطن سے نکلتے وقت ہی ایک طویل فہرست لے کر چلتے اور پھر اس کی تکمیل میں مکہ و مدینہ کی تمام دوکانوں کا طواف کر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ وہ وقت جو

اللہ کے گھر کے طواف، دنیا سے دوری، زہد اور درویشی اختیار کرنے میں صرف ہونا چاہئے تھا وہ شاپنگ کی نظر ہو جاتا ہے اور شیطان کا داؤ چل جاتا ہے۔

پہلی بات تو یہ سمجھنی چاہئے کہ یہ دور آزادانہ تجارت کا دور ہے۔ آج جو اشیاء عرب ملکوں میں دستیاب ہیں وہ تمام چیزیں کم و بیش اسی دام میں پاکستانی اسٹوروں پر بھی موجود ہیں۔ لہذا خواہ مخواہ کا بوجھ لا کر لانا بے وقوفی ہے۔

بازاروں سے بچنے اور فراغت کو ختم کرنے کے لئے طواف کثرت سے کریں کیونکہ یہ وہ عبادت ہے جو دنیا میں کہیں اور نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح مسجد حرام میں نوافل و تسبیحات کا اہتمام کریں کیونکہ اس مسجد میں نماز کا اجر ایک لاکھ گنا زیادہ ہے۔ خانہ کعبہ کا دیدار کریں اور خدا سے دعائیں مانگیں، اسکی حمد و ثنا کریں۔ پھر اپنی قیام گاہ میں آکر قرآن کا غور سے مطالعہ کریں۔ پیغمبر کی سیرت پر کتاب (مثلاً الر حیق المختوم) پڑھیں اور مکہ مدینہ کی گلیوں میں گھوم کر ابراہیم و اسماعیل، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کی یادیں تازہ کریں۔

۷۔ دعا کی روح سے محرومی:

کچھ لوگ طواف اور سعی کرتے وقت کتاب سے دیکھ کر دعا پڑھ رہے ہوتے ہیں حالانکہ اسکی ضرورت نہیں کیونکہ طواف اور سعی کی کوئی دعائیں مخصوص نہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ کورس کی شکل میں بلند آواز میں دعا مانگتے ہیں جو خلاف سنت اور باعث تکلیف ہے۔ اس ضمن میں ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ عوام کی اکثریت کو علم نہیں ہوتا کہ دعا کیا اور کس طرح مانگی جائے۔ وہ مال، اولاد، صحت، بچوں کی شادی و تعلیم اور دیگر دنیاوی امور کی دعا مانگ کر بور ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ آخرت میں کامیابی بھی دعا ہے، خدا کی تعریف کرنا، اس سے باتیں کرنا، اسکی تسبیح بیان کرنا بھی دعا ہے۔ اس سلسلے میں دعاؤں کی کتاب حصن حصین سے مدد لی جاسکتی ہے۔ البتہ جو دعا بھی مانگی جائے وہ سمجھ اور شعور سے مانگی جائے خواہ وہ کسی بھی زبان میں ہو۔

اسی طرح مٹی میں قیام کے دوران گپ شپ کرنے کی بجائے ذرا خمیے سے ہٹ کر پہاڑ پر چڑھ جائیں اور خدا کی قدرت کا نظارہ کریں، اس کی تعریف کریں، اس کی تسبیح کریں اور تنہائی میں گڑ گڑا کر اس سے مانگیں۔ عرفات میں بھی تنہائی میں برہنہ پا کھلے آسمان کے نیچے کھڑے رب کائنات کو پکاریں۔

۸۔ ظاہری فقہ میں اشتغال:

ایک اور آفت یہ ہے کہ لوگ ظواہر میں حد سے زیادہ ملوث ہو کر وہم کا شکار ہو جاتے ہیں کہ کہیں حج فاسد تو نہیں ہو گیا۔ حج کی غیر مستند کتابیں، عام لوگوں کے مفتیانہ مشورے اور مسالک کا اختلاف اس کنفیوژن کے اہم اسباب ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے کی صورت میں مستند کتابوں سے رجوع کریں اور کسی غیر عالم سے پوچھنے کی بجائے اپنے اعتماد کے علماء سے رجوع کریں جو بڑی آسانی سے دورانِ سفر دستیاب ہوتے ہیں۔ نیز حج کے ہر ظاہری عمل کو سمجھ کر اسکی اصل روح کے مطابق ادا کریں کیونکہ خدا کو ہماری قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔

۹۔ زیارتِ مدینہ کے مسائل:

مدینے کی زیارت حج یا عمرے کا جزو تو نہیں البتہ دنیا بھر کے حاجی مدینے کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں جو بڑی سعادت کی بات ہے۔ مکہ خدا کے جلال جبکہ کے مدینہ اس کے جمال کا اظہار ہے۔ مدینے کو نبی کریم ﷺ نے حرم ٹھہرایا ہے لہذا اس حرم کی حرمت، تعظیم اور اکرام بھی لازم ہے۔

مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنا عام مساجد کے مقابلے میں ہزار گنا افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ کے روضے کی حاضری ایک شرف کی بات ہے کہ یہاں خدا کا آخری اور عظیم ترین پیغمبر محوِ استراحت ہے۔ چنانچہ مسجدِ نبوی میں روضہ رسول ﷺ کی زیارت کریں، ان پر سلام پیش کریں، انکے درجات کی بلندی کے لئے اللہ سے دعا کریں۔ انکے اصحاب پر بھی سلام بھیجیں۔ مسجد کے در و دیوار سے انس و محبت کا اظہار کریں، پیغمبر ﷺ کے ممبر، انکے حجرے، انکی تہجد پڑھنے کی جگہ، اور ریاض الجنۃ کی زیارت کریں اور کثرت سے نوافل اور درود پڑھیں۔

البتہ کچھ لوگ غلو کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ ہی سے مانگنے لگ جاتے یا براہِ راست انہیں مخاطب کرتے ہیں۔ اسی طرح جنت البقیع کے قبرستان میں جا کر کچھ لوگ صحابہ کرام سے اپنی منت اور مرادیں مانگتے اور پیغمبر ﷺ کی بنیادی تعلیم (توحید) کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ یاد رکھیں شرک ظاہری ہو یا پوشیدہ، اسکی معافی نہیں۔

۱۰۔ دنیا میں واپسی: حج ختم ہوا۔ اب وطن واپس آ کر اسی دنیا میں زندگی کی ابتدا کرنی ہے جہاں نفس کے تقاضے بھی ہیں اور شیطان کے جھانسنے بھی۔ لیکن حج کا سبق اور تربیت یاد رکھیں کہ نفس کے ہر غلط تقاضے کو قربان کرنا اور ابلیس کو ہر دعوت پر سنگسار کرنا ہے۔

پروفیسر عقیل کے مضامین

<http://aqilkhans.wordpress.com>